امداد کے فیضان کی تاثیر دیوبند
قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند

ماھنامہ

افکار قاسمی

محرم الحرام ۱۴۳۴ھ، دسمبر 2012

شائع کردہ

الغزالی فورم

سرپرست افکار قاسمی

مولانا مبارک علی مظاہری، مولانا محمد عارف حلیمی

میگزین ٹیم

مدیر اعلیٰ: احمد قاسمی

مدیر: مولانا سیفی خان سیفی

نائب مدیر: مولانا محمد نبیل خان قاسمی

مدیر تحریر: مفتی ناصر مظاہری

نگراں میگزین ٹیم: مولانا محمد داؤدالرحمٰن علی

ڈیزائن ورک: ذیشان نصر صاحب

معاون ڈیزائن ورک: محمد عامر صاحب

کمپوزنگ: احمد عدیل غزالی

مدیرہ شعبہ خواتین: معلّمہ بنت حوا صاحبہ

مشاورتی کمیٹی

مفتی جسیم الدین قاسمی۔ مولانا حسن خان قادری

حافظ اعجاز الحسینی۔ محترمہ اضواء

فہرست مضامین

اداریہ

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے — مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

معزز قارئین افکار قاسمی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افکار قاسمی کا تیسرا شمارہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔
پہلے دو شماروں میں ہماری انتہائی کوشش رہی کہ خوب سے خوب تر بنا کر سجا کر سنوار کر پیش کیا جائے۔
بعض قارئین مخلصین کے تبصروں سے ہم شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ جو معیار افکار قاسمی کا ہمارے ذہن میں ہے اس کے لئے ہمیں اور افکار قاسمی ٹیم کو بڑی جدوجہد، عرق ریزی ودلسوزی کرنی پڑے گی۔ پوری توجہ سے خامیوں سے پاک، دلچسپ، معیاری اور خوبصورت بنانے میں اپنی تمام تر مہارت اور پوری پوری لگن صرف کرنی ہوگی۔
اس کے بال وپر کو سنوارنا اور ماہنامہ کے معیار اور معنویت کا خیال رکھنا بھی ہمارا فرض ہے، ہمیں اس سے بے پناہ محبت ہے، ہم کسی بھی صورت میں اُسے مرجھایا، کمہلایا اور داغدار نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کی تسلی واطمنان سے ہمیں ہی نہیں پوری ٹیم کو تسکین ملے گی۔ آپ کے چند حوصلہ افزا کلمات، تحسین وآفرین سے بھرپور آپ کے پاک وپاکیزہ احساسات اور آپ کے علمی وقلمی خیالات اِس کاروان علم کو نئی تاب وتواں بخشیں گے، نئی امنگوں اور نئے حوصلوں سے ہمیں منزل کی طرف رواں دواں کرنے میں مہمیز کا کام کریں گے۔ افکار قاسمی کی ظاہری وباطنی خوبیاں، معیاری مشمولات، حالات کے تقاضوں کی نباضی اور بروقت امت کو اُن تقاضوں سے آگاہی ہمارا عزم، امت محمدیہ سیرت وسنت اپنے سینے سے لگالے، یہی ہماری تحریک، قرآن کریم کو ہم اپنالائحۂ عمل بنالیں یہی خواب ہے۔
اسی طرح افکار قاسمی کا مقصد مسلک حقہ کی ترویج واشاعت ہے۔ تصوف واہل تصوف سے دانستہ ونادانستہ جو بدگمانیاں پیدا کی گئی ہیں اسکی وضاحت اور تصویر کا مثبت رخ پیش کرنا ہمارا دستور ہے، علمائے اہل سنت والجماعت (علمائے دیوبند) سے منسوب جن باطل نظریات نے امت مسلمہ کو گمراہ کیا گیا ہے، دلائل قاطعہ اور براہین واضحہ سے اس کا ابطال اور بطلان ہے۔ امت کے احیا اور سربلندی کے لئے ہمارے اکابرنے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ان سے بھی معزز قارئین کرام کو آگاہ وروشناس کرانا ہم پر فرض اور قرض ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے جو رفتہ رفتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہے۔
ہمیں اور افکار قاسمی ٹیم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اپنی قیمتی آرا اور قابل قدر مشوروں سے نوازتے رہیں۔ والسلام

درس قرآن



درس حدیث

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرِّجُلِ) حَتّٰی : عَنْ اَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ (وَفِي حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ

.أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ”میں اس کے نزدیک اس کے گھر والوں، اس کے مال اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔“

تشریح

محبت کی دو قسمیں ہیں (1) محبت طبعیہ)2(محبت عقلیہ

حدیث شریف میں محبت عقلیہ مراد ہے۔ محبت طبعیہ وہ ہے جو طبیعت کی وجہ سے ہو جائے اور طبعاً کسی کی طرف زیادہ میلان ہو جائے یہ غیر اختیاری ہے

اور محبت عقلیہ یہ ہے کہ عقلی طور پر سوچ سمجھ کر درجہ بدرجہ سب سے ہونی چاہئے یعنی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ محبت عقلاً خالق سے ہونی چاہئے پھر مخلوق میں اُس ذات پر جس کا درجہ سب سے بڑا ہو۔ یہ واضح ہے کہ تمام مخلوقات میں سب سے اونچا مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہٰذا دوسرے نمبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عقلیہ ہونی چاہئے۔ اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے کہ حقیقی مؤمن وہی ہے کہ جسے تمام دنیا حتیٰ کہ اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھی۔ اور کامل مؤمن وہ ہے کہ جس نے طبعاً بھی اپنے میلان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رکھا۔

یارب یارب ہر مؤمن اور ہر مؤمنہ کا خاتمہ حلاوۃ ایمان پر فرمائے آمین ثم آمین

زبان کی حفاظت

محب الفقراصوفی عبد الصمد صاحب حفظہ اللہ

خلیفہ و مجاز بیعت : محبت الامت شاہ محمد اہل اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ پرنامبٹ۔انڈیا

۔۔۔۔۔قسط۔۲

بے فائدہ کلام کے اسباب :

بے فائدہ کلام کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔کبھی اس لئے متکلم سے کلام کیا جاتا ہے کہ غیر ضروری بات پوچھنے کی حرص ہوتی ہے کبھی اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے کبھی دل بہلانے کے لئے بات کیا جاتا ہے کبھی بے ضرورت گفتگو چھیڑ کر مخاطب کو اس طرف متوجہ بنا نا ہوتا ہے ان سب کا علاج یہی ہے کہ موت کو اپنے سامنے تصور کرے اور یہ سوچے کہ مجھ سے ہر لفظ کا محاسبہ کیا جائے میرا ایک ایک سانس قیمتی ہے جس سے بہت کثیر تعداد میں ثواب حاصل کر سکتا ہوں۔

اپنے فائدہ کی چیز چھوڑ کر بیکار میں وقت ضائع کرنا کہاں کی عقلمندی ہے ؟

یہ بتلانا بہت مشکل ہے کہ کس کے لئے کون سی بات بے ضرورت ہے یا زائد ہے۔البتہ اللہ تعالیٰ کلام مجید قرآن شریف میں ضروری کلام کے مطابق وضاحت فرمادی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ) (پ ۵ آیت ۱۱۴

عام لوگوں کی اکثر سر گوشیوں میں خیر نہیں ہوتی۔ہاں مگر جو لوگ ایسے میں کوئی خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

حدیث شریف ہے کہ حضرت سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ۔اس شخص کے لئے خوشخبری ہو جو اپنا زائد کلام روکے اور زائد مال خرچ کرے۔

لیکن افسوس کہ آج کے لوگ عملاً اس حدیث کے مفہوم کو بدل ڈالا ہے۔اب لوگ زائد مال کو جمع کرتے ہیں اور زبان کو زائد کلام سے نہیں روکتے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی مال اور کلام کی زیادتی سے تباہ ہوتا ہے۔

باطل اُمور کا ذکر کرنا:

باطل کلام وہ ہ جس کا تعلق معاصی سے تعلق ہوتا ہے جیسے عورتوں کے حسن وجمال کی تعریف کرنا۔عشق ومحبت کے قصہ سننا دیکھنا۔فسق وفجور کی مجلسوں میں شرکت کرنا۔ماالداروں کی عیاشی کا ذکر کرنا۔سب امور باطل ہیں۔ان میں مشغول ہونا حرام ہے ۔غیر ضروری کلام حرام نہیں ہے صرف نا پسندیدہ ہے۔اس طرح زیادہ بولنا بھی حرام نہیں ہے مگر بے ضروری بات زیادہ بولنے واالا بھٹکنے اور باطل میں پڑ جانے کے قریب رہتا ہے۔

آج کے دور کا خاص مشغلہ تفریحی گفتگو ہے۔ایسے مشغلوں کے لئے مجلس ترتیب دی جاتی ہیں۔ان کی مجلسوں کاموضوع باطل ہوتا ہے۔کسی کی مذاق اڑایا جاتا ہے کسی کے عیوب ظاہر کئے جاتے ہیں، کسی کے عیوب تلاش کئے جاتے ہیں ، کسی کے خلاف سازش کی جاتی ہے غرض ان کی کوئی مجلس گناہوں سے خالی نہیں ہوتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی اللہ کو خوش کرنے والا ایک لفظ کہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی بڑی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی ، لیکن اللہ تعالیٰ اس لفظ کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں۔ کبھی آدمی اللہ کو ناراض کرنے والا ایک لفظ بولتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اس ایک لفظ کی وجہ سے قیامت تک اپنی ناراضی لکھ دیتے ہیں۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ خطا کار وہ لوگ ہوں گے جو باطل میں زیادہ مشغول رہتے ہوں گے (باطل کا مطلب ہے بے ضرورت کلام اور کام)

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اپنے بھائی کی بات نہ کاٹ اور نہ اس سے مذاق (ناشائستہ) کر اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسے تو پورا نہ کرے۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بتوں کی پوجا اور شراب نوشی سے بچنے کے عہد کے بعد سب سے پہلا عہد جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے لیا وہ لوگوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا ہے۔

حضرت سیدنا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہیں جنت میں خوش کلامی سے اور کھانا کھلانے سے جگہ ملے گی اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ اور لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو جواب میں تم بھی سلام کرو۔اگر چہ وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو اسی لئے اللہ ،تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (پ ۵ آیت ۸۶)

ترجمہ: اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر فرعون بھی مجھ سے کوئی اچھی بات کرے تو میں اسے بھی اچھا ہی جواب دوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے مکانات بھی ہیں جن کے باہر سے اندر کا منظر اور اندر سے باہر کا منظر صاف نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ مکانات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان لوگوں کے لئے تیار کئے ہیں جو کھانا کھلاتے ،ہیں اور گفتگو میں نرمی اختیار کرتے ہیں۔(ترمذی) قریب سے ایک خنزیر گزرآپ علیہ السلام نے اس س کہا کہ سلامتی کے ساتھ گذر جا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس ناپاک جانور سے ایسا فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے جواب دیا مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میری زبان برائی کی عادی ہو جائے۔

(حضرت سیدنا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اچھا لفظ بولنا صدقہ ہے (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ آگ سے بچو اگر چہ چھوہارا کا ایک ٹکڑا دے کر ، یہ نہ ملے تو کوئی اچھا لفظ بول کر (بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نیکی ایک آسان عمل ہے اور وہ یہ کہ خندہ پیشانی سے پیش آئو۔اور نرم گفتگو کرو، ، کسی دانشور کا قول ہے کہ نرم گفتگو دلوں سے کینہ کا میل دھو دیتی ہے ایک عقلمند کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کلام سے ناراض نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کے پاس بیٹھنے والا خوش رہے۔ بہر حال اچھی گفتگو کرنے میں بخل سے کام نہ لینا چاہیئے۔شاید اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں نیکو کاروں کا ثواب عطا کر دے۔

اللہ تعالیٰ ایسے خوش کلامی سے پیش آنے اور بد کلامی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت سید نا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نا پسند کرتے ہیں اپنی تنہائی میں بھی اس کام کو مت کرو۔

عقل کا پہلا تقاضا ہے کہ وہ تقویٰ کو لازم کرلے اور یہ حاصل ہوتا ہے باطن کی اصلاح کے ذریعہ۔جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو اچھا بنا دیتے ہیں۔اور جو شخص اپنے باطن کو خراب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو خراب کر دیتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو تجارت کی طرح اپنا لے تجھ بغیر سامان کے منافع ملے گا۔

حضرت اعمش ابراہیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اس اوراس میں بھلائی کی نیت ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں القا کر دیتے ہیں کہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اس شخص کی بات کا مقصد صرف بھلائی ہے۔اور جو شخص برائی کی نیت سے اپنی بات کرتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں القا فرمادیتے ہیں کہ اس کی نیت بری ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نسل سے حبشی اور غلام تھے۔ایک مرتبہ اُن کے آقا نے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اس کے بہترین اعضاء مجھے کھلاؤ۔تو حضرت لقمان علیہ السلام نے اُس آقا کے سامنے دل زبان لے جاکر رکھا۔پھر کچھ دن کے بعد دوبارہ دوسری بکری کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ اس کے بد ترین اعضاء مجھے کھلاؤ۔پھر حضرت لقمان علیہ السلام نے زبان اور دل کو پیش کیا آقا نے دوونوں مرتبہ وہی زبان اور دل لیجانے

کی وجہ معلوم کی تو حضرت لقمان علیہ السلام نے عرض کیا اگر یہ دونوں حصے اچھے ہوں تو ان سے اچھے اعضاء اور عضو کوئی نہیں ہے اور اگر یہ دونوں خراب ہوں تو ان سے زیادہ خراب عضو کوئی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایاکہ توبہ کرتے رہنے والے لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو کیونکہ وہ نرم دل ہوتے ہیں۔

حضرت ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دل کی اصلاح زبان کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت عبد العزیزبن سلیمان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے خالص کردو اور جو تم سوچو گے وہ آسان کر دے گااور فرمایا کہ اگر تم کسی کی خوب خدمت کرو

فرمانبرداری کرو تو کیا وہ تمہاری خدمت کی قدر نہ کرے گا۔سوچو کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ ہم پر اپنی رحمت سے انعام واکرام کرتا رہتا ہے اور ہم اس کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں اس کی نعمتوں کو استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس کو ناراض بھی کرتے ہیں۔افسوس یہ باطل پرستوں کا کام ہے سمجھدار بنو ، عقلمند بنو

جب ہم اپنی ساری فکروں کو اور سوچ کو ایک سوچ اور فکر بنالیں پس وہ اللہ تعالیٰ کی یاد تو اس کے انعام میں اللہ تعالیٰ دوسرے تمام فکروں اور غموں کو دور کر دیتا ہے۔

: دنیا کی محبت سے آخرت کا خوف نکل جاتا ہے

حضرت حسن بصری رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے اور اسے دنیا اچھی لگنے لگتی ہے تو اس کے دل سے آخرت کا خوف نکل جاتا ہے

اپنی زبان کو حفاظت میں رکھے حتی کہ وہ درست ہو جائے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہلاکت کی گھاٹیوں میں اتار دیتی ہے اور خاموشی محبت و وقار عطا کرتی ہے۔جس شخص نے اپنی زبان کی حفاظت کیا تو وہ خود کو آرام دیا۔
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خاموشی حکمت ہے۔اور بہت کم لوگ اسے کرتے ہیں۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا زیادہ ہونا فائدہ مند ہے سوائے گفتگو کے۔ کیونکہ اس کا زیادہ ہو نا مضر ہے۔
انسان کی زبان سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا کوئی عضوانسان کے اعضاء میں نہیں ہے اور اگر وہ گناہ نہ کرے تو سب سے بڑی گناہ گار بھی زبان ہی ہوگی
حضرت فضیل بن ایاض رحمۃ اللہ علیہ (حضرت ابراہیم بن ادہم شہنشاہ کے شیخ) کا قول ہے کہ دو چیزیں انسان کے دل کو سخت بناتی ہیں (۱) کثرتِ کلام (زیادہ بولنا) (۲) زیادہ کھانا۔
خاموش رہنے والے کا رعب اور ہیبت فضول گویائی کرنے والے سے زیادہ ہوتا ہے۔
حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تلک بولنا ضروری نہ ہو خاموشی اختیار کرے۔اکثر لوگ بول کر نادم ہوتے ہیں ۔اور خاموش رہ کر کوئی نادم نہیں ہوتا ہے۔لوگوں میں سب سے زیادہ بد نصیبی اور مصیبت والا شخص وہ ہے جو آزاد زبان رکھتا ہو۔جس کی گفتگو زیادہ ہو اُس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔
عقلمند کیلئے ضروری ہے کہ کانوں کو منہ سے دوگنا استعمال کرے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوکان اور ایک منہ دیا ہے
حضرت ابو دردہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہ کہ تیرے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ تو ہمیشہ بولتا رہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔
حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عافیت کے دس اجزاء ہیں اور ان میں سے ۹ (نو) خاموشی میں ہیں۔
(۱)لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی عقل اُن کے پاس ہوتی ہے۔(۲) بعض وہ ہیں جن کی عقل ان کے آس پاس ہوتی ہے۔(۳) بعض وہ ہیں جنہیں عقل ہی نہیں ہوتی۔
چنانچہ وہ شخص جس کی عقل اس کے ساتھ ہوتی ہے یہ وہ شخص ہے جو بات کرنے سے پہلے سوچ لیتا ہے۔غور کرتا ہے۔
جس شخص کی عقل اس کے آس پاس ہوتی ہے۔یہ وہ شخص ہے جو بات کرنے کے بعد اس پر غور کرتا ہے اور سوچتا ہے۔
اور جس شخص کو عقل ہی نہیں ہوتی وہ بات کرنے سے پہلے بھی نہیں سوچتے اور بات کرنے کے بعد بھی نہیں سوچتے ہیں۔
کبھی ایسی بات نہ کہو کہ اگر اس کے بعد تم کو یہ کہنا پڑے کہ کاش میں نے جو کہا ہے وہ نہ کہا ہوتا۔
حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کو زبان درازی سے زیادہ دین کو نقصان اور مصیبت نہ پہنچائی ہے۔
عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے۔جب وہ بولنا کا ارادہ کرتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہے۔اگر اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے تو کہتا ہے ورنہ نہیں کہتا۔
جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کر سکتا اپنے دین کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔
جس انسان کی زبان اچھی ہوتی ہے تو اس کے سارے اعمال میں پہچانی جاتی ہے۔
حضرت مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس کے سوائے کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کے حقدار نہیں ہے۔

موت کی یاد :

عقلمند شخص وہ ہے جو یہ جانتا ہے کہ جو چیز دوسرے کسی کے لئے باقی نہ رہی ہے وہ میرے لئے کب باقی رہے گی۔جو کچھ دوسروں سے چھن گیا وہ میرے پاس کیوں چھوڑ دیا جائے گا۔

کتنے ہی دن شروع کرنے والے لوگ آج کا دن ختم نہیں کر سکے اور کتنے ہی کل کے آنے کے منتظر ہیں جو اسے نہیں دیکھ پاتے ۔اگر موت اور اس کی رفتار کو جان لیتے تو کبھی بھی دنیا سے کوئی امید نہ رکھتے۔

عقلمند وہی ہیے جو پچھلی قوموں اور لوگوں سے عبرت پکڑتا ہے۔انہیں گالی مت دو اس لئے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ ان کو نہیں پہو نچتا البتہ تم زندوں کو تکلیف پہنچاتے ہو ،خبر دار! بُرا کہنا کمینگی ہے۔

(حدیث شریف میں ہے کہ —— عیب لگانے والا ، لعنت کرنے والا، فحش کہنے والا ،اور زبان دراز آدمی مومن نہیں ہوتا (ترمذی حدیث شریف ہر فحش گو پر جنت کا داخلہ حرام ہے۔

ایک طویل حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ چار آدمی دوزخ میں رہ کر اہل دوزخ کو تکلیف پہنچائیں گے اس کے با وجود کہ وہ خود پہلے سے تکلیف میں ہوں گے۔یعنی کھولتے ہوئے پانی اور آگ میں دوڑتے ہوں گے۔اور اپنی خرابی اور بر بادی کا رونا رو رہے ہوں گے۔

ان چاروں میں ایک ایسا ہوگا کہ اس کے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا۔اہلِ دوزخ اس سے پو چھیں گے ائے راندہ درگاہ! تیرا کیا حال ہے ، تونے ہماری تکلیف میں اضافہ کر دیا ہے۔وہ کہے گا کہ یہ ٹھکرایا ہوا ہر گندے اور خبیث لفظ سے اس طرح لطف اندوز ہوتا تھا جس طرح جماع سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔

فحش گوئی میں عورتوں، یا کوئی خاص قسم کی بیماریوں کا ذکر ہو بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ گھر والوں نے کہا ہے یا پردہ کے پیچھے سے بات آئی ہے۔یا اس لڑکے کی امی نے کہا ہے اس طرح بیماریوں کے بارے میں صراحتاً نہ کہیں بلکہ فلاں شخص کو سخت بیماری ہی صراحتاً بیماری کا نام لے کر کہنا فحش کلامی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بغل میں پھوڑا نکل آیا۔

ہم لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے اور معلوم کیا کہ تکلیف کس جگہ ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ ہاتھ کے اندرونی حصہ میں ۔معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بغل کا صریح ذکر کرنا بھی پسند نہ تھا۔

ایک اعرابی نے حضرت سیدنا حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔

خدا سے ڈرتا رہ ،اگر کوئی شخص تجھ میں کوئی بات دیکھ کر اور اس پر تجھے عار دلائے تو تو اس میں کوئی بات دیکھ کر اسے عار نہ دلانا ،اس کے اوپر وبال رہے گا اور تجھے اجر ملے گا۔نہ کسی چیز کو گالی دے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

لعنت سے بچیں:

حضرت سیدنا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا(ترمذی شریف)

لعنت خواہ انسان کے لئے ہو یا حیوان کے لئے ، جماد کے لئے ہو مذموم ہے۔اُس شخص پر لعنت کرنا درست ہو گا جس میں خدا سے دوری کرنے والی صفت موجود ہو ،۔جیسے ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، کفر کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو ،ایسے موقعوں سے بھی بچنا بہتر ہے کہ لعنت خطرہ ہے۔نازک مرحلہ ہے۔یہ امر غیب ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔

کسی شخص کا نام لے کر چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو منع ہے۔کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ مرنے سے پہلے تائب ہو جائے اور اسلام قبول کر لے۔اور اللہ تعالیٰ کی قربت پا کر مرے۔

یہ سوال کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا یا قتل کی اجازت دی تھی ؟ اس کا جواب یوں ہے کہ قتل اور قتل کی اجازت دونوں یقینی طور پر ثابت نہیں ہیں۔اس لئے کہنا بھی صحیح نہ ہوگا کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا ہے یا ان کے قتل کی اجازت دی ہے۔لعنت کرنا تو دور کی بات ہے۔کیونکہ مسلمان کی طرف بلا تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قتل کیا ہے یاابو لو لوہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو قتل کیا ہے۔کیونکہ ان دونوں کا قتل کرنا ثابت ہے۔(جاری)

نعت شریف

ہمکوا بھی طیبہ کے نظارے نہیں بھولے
دن رات جو جنت میں گزارے نہیں بھولے

آنکھوں میں سمایا ہے ابھی گنبدِ خضرٰی
مسجد نہیں بھولی وہ مینارے نہیں بھولے

یوں سارے صحابہ ہیں بڑے پیارے نبی کو
پر ساتھ سلائے ہیں وہ پیارے نہیں بھولے

میدان ہو میزان ہو کوثر ہو کہ پل ہو
ہم کو کہیں سرکار ہمارے نہیں بھولے

بو جہل کی مٹھی ہو قمر ہو کہ شجر ہو
آقا تیری انگلی کے اشارے نہیں بھولے

بوسے دیئے نانا نے نواسوں کے لبوں پر
زہرا وہ تیرے لعل وہ پیارے نہیں بھولے

سیفی خان

کتاب الایمان والعقائد ایمان وعقائد کا بیان

(ادارہ)

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا جہنمی ہے؟

سوال:۔(۷) اگر کوئی شخص یوں کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا جہنمی ہے، تو کیا اس کا یہ قول درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ حامداومصلیاومسلما! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کی چند صورتیں ہیں، جن میں سے بعض کے اعتبار سے قائل کا قول صحیح ہے، بعض کے اعتبار سے صحیح نہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

اول یہ کہ کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں ماننے اور آپ کی اتباع کرنے کے ساتھ ساتھ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتا ہو تو ایسے شخص کے حق میں قائل کا قول بالکل صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس طریقہ پر ماننا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی ہیں بالکل صحیح ہے، (۱) ایسا شخص کافر نہیں۔

دوسرا مطلب اس شخص کا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح ماننا کہ اس کے بعد آنے والے نبی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار ہو، یہ کفر ہے، اس لیے کہ اس کے بعد نبی آخر الزماں کی بعثت نصوص قطعیہ (۲) واخبار متواترہ مشہورہ (۳) سے ثابت ہے، اور ہر کافر جہنمی ہے، لہٰذا مذکورہ طریقہ پر ماننے والا جہنمی ہے، اس توجیہ کے اعتبار سے قائل کا قول صحیح ہے۔

حاشیہ: (۱)(قال تعالیٰ: ورسولاً إلی بنی إسرائیل۔ (آل عمران: ۴۹

(۲)(ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ أحمد۔ (الصف: ۶) ... محمد رسول الله۔ (الفتح: ۲۹ ...

حاشیہ: (۳)فأنا الا ینۃ وأنا خاتم النبیین۔ متفق علیہ، وعن أبي ہریرۃ رضي الله عنه قال: قالوا: یارسول الله، متی وجبت لك النبوۃ، قال: وآدم بین الروح والجسد۔ رواہ الترمذي۔ وعن جابر رضي الله عنه أن النبي صلی الله علیه وسلم قال: أنا قائد المرسلین ولا فخر وأنا خاتم النبیین ولا فخر۔ رواہ الدارمي(مشکاۃ، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الثاني: ۵۱۱ و۵۱۳، قدیمی

تیسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا حضور کی بعثت کے اعتراف کے ساتھ یہ بھی مانتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نیا دین اور نئی شریعت لے کر تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیہ کو چھوڑ کر نئی شریعت پر عمل کریں گے اور دوسروں سے عمل کرائیں گے، اس توجیہ کے اعتبار سے بھی قائل کا قول صحیح ہے، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے: ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین، (۱) اور حدیث پاک میں ہے: أنا خاتم النبیین لا نبي بعدي (۲) اور نصوص قطعیہ کا منکر کافر ہے اور ہر کافر جہنمی ہے، لہٰذا شخص مذکور بھی جہنمی ہے، علامہ قسطلانی نے "المواہب اللدنیۃ (۱۵۶/۲)" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، بقائے نبوت کے ساتھ اتباع، شریعت محمدیہ ہی کی کریں گے، اور اسی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ غرضیکہ آخری دونوں توجیہوں کے اعتبار سے قائل کا قول صحیح ہے اور پہلی توجیہ کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ فقط واللہ أعلم بالصواب

کتبہٗ: حبیب اللہ القاسمی غفرلہٗ ۱/۲/۷ ۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہٗ

حاشیہ

(۱) الأحزاب: ۴۰

(جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذّابون۔(رقم الحديث: ۲۲۱۸)(۴۳۲/۴، دار الباز، مكة المكرمة

(۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے والے کا حکم

سوال :۔(۸) کیا یہ بات کہی جاسکتی ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے والے جہنم میں جائیں گے ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔حامدا ومصلیا ومسلما ! تمام انبیاء علیہم السلام کے طریق میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے، اور آپ ﷺ کی نصرت کریں گے اور اپنے ماننے والوں کو اس کا حکم دیں گے، کما قال اللہ تعالیٰ : وإذأخذالله ميثاق النبين... الخ (۱) قال الآلوسي في الروح، واختلف في المراد من الآية، فقيل: إنها على ظاهرها ،يؤيد ذلك ماأخرجه ابن جرير عن على كرم الله وجهه " لم يبعث الله تعالىٰ نبياً آدم فمن بعده إلا أخذ عليه العهد في محمدﷺ لئن بعث وهو حيّ ليؤمنن به ولينصرنه ويأمره فيأخذ العهد على قومه ثم تلاالآية" (۲) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوكان موسى حياماوسعه إلا اتباعي (۳) پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں آپ کو چھوڑ کر کسی نبی کی اتباع کرنے والا اس نبی کے طریقہ پر بھی چلنے والا نہ ہوگا؛ لہٰذا جہنم میں جائے گا، نیز کسی کے طریقہ پر چلنے کے لیے اس کے طریقہ کا ہونا ضروری ہے اور انبیاء سابقین کے طریقے ایک محدود زمانہ کے ساتھ خاص تھے اس زمانہ کے ختم ہونے پر وہ طریقہ ان کا نہ رہا، جیسے کوئی شخص بیت المقدس کو نمازیں قبلہ بنائے اور یہ کہے کہ یہ بھی حضور ﷺ کا طریقہ ہے، تو اس کا یہ خیال وعمل اس لیے غلط ہے کہ اس نے حضور ﷺ کے اس طریقہ پر عمل کیا جو کسی زمانہ میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا، (۴) آپ ﷺ کا طریقہ نہ رہا، خلاصہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام یا کسی نبی کے طریقہ پر اس دور میں عمل کرنے والا وہی ہے جو حضور ﷺ کی پیروی کرے اور جو آنحضرت ﷺ کی اقتدا نہ کرے وہ کسی بھی نبی کے طریقہ پر نہیں، جہنم میں جائے گا، گو بزعم خویش موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کے دین پر ہونے کا مدعی ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جملہ مذکورہ فی السوال کا

حاشیہ: (۱) آل عمران :۸۱

(۲) روح المعاني، آل عمران: ۲۰۹/۳، دار التراث، مصر

(۳) أن النبيﷺ غضب حين رأى مع عمر صحيفة فيها شيء من التوراة وقال: أفي شك أنت يا ابن الخطاب؟ ألم آت بها بيضاء نقية؟ لوكان أخي (موسىٰ حياً ماوسعه إلا اتباعي۔ أخرجه أحمد(۳۳۸/۳)(والتفصيل في إرواء الغليل:۳۴/۶، المكتب الإسلامي

(۴) قال تعالىٰ : فول وجهك شطر المسجد الحرام ۔(البقرة: ۱۴۴

مطلقاً کہنا درست نہیں ، حضور ﷺ کے دور کے لحاظ سے صحیح اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے دور کے اعتبار سے غلط ہے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: عبداللہ غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہٗ

جواب صحیح ہے: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ ۱۰؍۲؍۱۴۰۳ھ

حضرت عیسیٰ و اِدریس علیہا السلام وغیرہ کے رفع إلی السماء کا مسئلہ

سوال:۔(۹) کیا حضرت ادریس والیاس علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ حامداً وّ مصلیاً وّ مسلماً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھالیاجانا منصوص ہے،(۱) اور اعتقادات میں داخل ہے یعنی ان کے زندہ اٹھالئے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے مگر حضرت الیاس علیہ السلام کا رفع تو کہیں مذکور نہیں البتہ حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھالیا جانا بعض روایات میں مذکور ہے لیکن علماء محققین کو ان روایات کی صحت میں کلام ہے ،لہٰذا اس کا اعتقادتو نہیں کیا جاسکتا البتہ بتقدیر ثبوتِ روایت درجۂ ظن میں ثبوت ہوجائے گا۔یہ بحث سورۂ مریم میں ’’ورفعناہ مکاناً علیاً‘‘ (۲)کے تحت روح المعانی ، تفسیر مظہری اور دیگر کتب تفسیر میں مذکور ہے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد حنیف غفرلہٗ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی

الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ ۱۱؍۲؍۱۴۰۳ھ

حاشیہ:(۱)(وماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ إلیہ۔(النسائ: ۱۵۷

(۲)المریم:۵۷

(۳)عن أم سلمۃ رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن إدریس علیہ السلام کان صدیقا لملك الموت، فسأله أن یریه الجنة والنار، فصعد بإدریس، فأراہ النار، ففزع منها وکاد یغشی علیه، فالتفت علیه ملك الموت بجناحه، فقال ملك الموت: ألیس قد رأیتها؟ قال: بلیٰ ، ولم أر کالیوم قط، ثم انطلق به، حتی رآہ الجنة، فدخلها، فقال ملك الموت: انطلق قد رأیتها، قال: إلی أین؟ قال ملك الموت: حیث کنت، قال =إدریس علیہ السلام: لا واللہ، لا أخرج منها بعد أن دخلتها،

مختصر سوانح مبارک (حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بانی مدرسہ ریاض

تب خاک کے پردے سے انسان اُبھرے ہیں (ادارہ)

_______آخری قسط

آپ ہندوستان کی تینوں ولی اللہی درسگاہوں : دارالعلوم دیوبند، جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجالس شوریٰ کے تاحیات رکن رہے، اورجب تک ہمت وقوت نے ساتھ دیا، شوریٰ کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے، پھرشرکت بھی کثرت سواد کی خاطر یارسماً نہیں بلکہ پوری قوت وجرأت کے ساتھ بعض نشستوں میں بحیثیت صدر، حکم وفیصل بھی ہوتے ، نیز بعض ناگزیرحالات میں اصابت رائے وقوت فیصلہ کے وہ جوہر دکھلائے جو بانیان کے مقاصد حسنہ کے عین مطابق تھے۔

دین کے کام میں کبھی مداہنت وچشم پوشی نہیں فرمائی ،شادی غمی ہو یا اولاد کی تربیت، ہمیشہ عزیمت پر خود بھی عمل کرتے اور گھر والوں کو بھی عمل کراتے۔

حضرت والاؒکے ایک عقیدت مند رقم طراز ہیں: حضرت مصلح الامت علیہ الرحمہ کے جتنے متوسلین ومریدین سے ملنے اور ان کی زیارت کا اتفاق اِس خاکسار کو ہوا ہے، ان سب میں ایک مشترک خصوصیت پائی جاتی ہے، وہ ہے اوقات کا انضباط اور معمولات کی پابندی، حضرت مولاناعبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں وہ دوروز جو بسر ہوا، حالاں کہ وہ مسافر تھے، مگر میں نے دیکھا کہ اپنے وظائف ومعمولات اور عبادات ونوافل کے حددرجہ پابند ہیں، خواہ کتناہی جاگے ہوں مگر رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوکر رب کائنات کے حضور ضروری کھڑے ہوجاتے تھے، یہ بات بعد کی ملاقاتوں اور صحبتوں میں مزید نکھرتی چلی گئی، میں نے دیکھا کہ وہ سخت بیمار ہیں یا تھکادینے والا سفر کرکے آئے ہیں،بدن ٹوٹ رہا ہے ، خستہ جان ہورہے ہیں، لیکن رات کاآخری حصہ آیا اور عالم غیب کی صدا کانوں میں آنے لگی کہ اٹھو! رب کائنات کا نزول اجلال آسمانی دنیا پر ہوگیا ہے، اور اُدھر سے پکار پڑرہی ہے کہ مغفرت کے طالب، صحت کے آرزومند، روزی کے بھکاری آئیں ، ہاتھ پھیلائیں اور دامنِ سوال کو گوہرِ مراد سے بھر کر لے جائیں، پھر تو یہ اللہ کا بندہ سب بیماری اورتھکان بھول کراور سب تکلیفوں کو فراموش کرکے اس کے دربار میں ہاتھ باندھ کر حاضر ہوجاتا۔

میں نے مولانا کو اس دور میں دیکھا ہے، جب ضعف وپیری کا ان پر تسلط ہوچکاتھا، لیکن عبادت کے انہماک میں ضعف کا کوئی اثر ان کو متاثر نہیں کرتاتھا، فرائض ونوافل کے اہتمام میں نہایت مستعد اور چست تھے، نماز میں خشوع وخضوع کا کیف بھی عجیب کیف تھا، دل کا حال تو اللہ ہی جانتے ہیں، لیکن دیکھنے والے دیکھتے تھے کہ نماز کے لیے ہاتھ بندھتا، تو سراپا خشوع وخضوع ہوجاتے، ہر رکن نہایت اطمینان سے اداکرتے، غالباً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدزکریاصاحب نوراللہ مرقدہ کا قول کہیں نظر سے گزراہے کہ "ان کو حضوری کی کیفیت حاصل ہے" یعنی ہمہ وقت مولائے حقیقی کے حضور میں انھیں حاضری وموجودگی کا احساس قائم رہتاہے، نماز کی حالت میں شایدیہ کیفیت عروج پر ہوتی رہی ہوگی، اسی کیفیت حضوری کوزبان نبوت نے "احسان" کے لفظ سے تعبیر کیاہے۔

مولاناؒ کی پوری زندگی اسی "بلندکیفیت" کے زیر اثر گزری ہے،مولاناؒ کی جوانی، مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے میکدۂ محبت میں گزری ہے، "شاب نشأ فی عبادۃ اللّٰہ" کے مصداق جوانی ، نثار آستانۂ یار ہوئی ، جاننے

والے جانتے ہیں کہ حضرت مصلح الامت کس شان کے بزرگ تھے، جوان کی خدمت میں حاضر ہوگیا، نشۂ محبت ومعرفت سے سرشار ہوگیا، ان کے دل میں عشق الٰہی کی جوحرارت تھی، اس نے نہ جانے ہواوہوس کے کتنے خرمنوں کو پھونک کر رکھ دیا تھا،حضرت مصلح الامت کا حال یہ تھا

سارا عالم غرق مے کرنے پہ آمادہ ہے آج☆عہد پیری اور یہ عزم جوان مے فروش

اس میخانۂ محبت میں اور اس مے فروش عشق ومعرفت کے قدموں پر جس مے گسار نے اپنا عہد شباب گزاراہو ، کون اندازہ کرسکتاہے کہ اس کے نہاں خانۂ باطن کی سرشاری کا کیا حال ہوگا؟ہم نے تو دیکھاکہ مولاناؒ نے سب کچھ جلا پھونک کر آستانۂ یار پر دھونی رما لی تھی۔

اخلاص وللٰہیت کے حصول کا نتیجہ تھا کہ حضرت والا کے دل میں خوف خداوندی کے سوا کسی اور چیز کا ڈر اور خوف نہیں تھا، محمد طیب صاحب گجراتی کا بیان ہے :ہم حضرت والا کے ساتھ ایک بندگاڑی میں گجرات کے مشہور جنگل کی سیاحت کے لیے نکلے، واپسی پر راستے میں ایک جگہ تین شیر سوئے ہوئے نظر آئے، جب گاڑی قریب پہنچی تو حضرت والا نے گاڑی روکنے کو کہا، لوگ حواس باختہ ہوگئے کہ حضرت یہ کیا فرمارہے ہیں؟ لیکن حضرت والا نے اصرار کرکے گاڑی رکوالی اور دروازہ کھول کر تنہا اُتر گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے شیروں کے پاس پہنچے ، ان میں سے ایک شیر نے سراٹھایا حضرت کو دیکھا اور پھر سر جھکالیا، دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا، تیسرے نے بھی ایسا ہی کیا کہ سراٹھاکر حضرت کا دیدار کیا اور پھر سر جھکالیا، تینوں اپنی جگہ پڑے رہے، نہ توکسی قسم کی آواز نکالی ، نہ ہی کچھ تعرض کیا، گویا مئے دیدار سے مست ہوکر سرجھکائے بیٹھے ہوں، حضرت جب گاڑی میں آکر بیٹھ گئے تو رفقاء میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو دیکھ کر تو درندے بھی"حلیم" بن جاتے ہیں۔

یہ واقعہ سن کر ذہن میں تاریخ کے اوراق پھڑپھڑانے لگے اور نگاہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے واقعے پر جاکر ٹک گئی۔اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں ، جولوگوں کے نہاں خانۂ دل ودماغ میں محفوظ ہیں ، جن کے لیے مستقل ایک باب کی ضرورت ہے۔

سنت نبوی سے عشق: انسان کی زندگی کا اصل جوہر اور کمال یہ ہے کہ وہ سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو، اورحضرت والا اس کی صاف ستھری اور سچی تصویر تھے ، حضرت مولانا ریاض احمد صاحب لکھتے ہیں :ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت والا کا ممبئی کا سفر تھا،ساتھ میں صرف صاحبزادۂ محترم(حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب ناظم مدرسہ ہذا) تھے، من ماڑ اسٹیشن پر جب گاڑی پہنچی تو حافظ محمد عمر صاحب استاذمدرسہ چندحضرات کے ساتھ بوگی میں آئے ، اور حضرت سے عرض کیا، کہ یہ مالیگاؤں کے احباب آئے ہیں، اور آپ کو مالیگاؤں لے جانا چاہتے ہیں، حضرت نے کہاکہ ممبئی میں لوگوں کو اطلاع آج آنے کی ہے، وہ لوگ پریشان ہوں گے، ان لوگوں نے کہاکہ ابھی فون سے سب کو اطلاع کردیں گے، اس پر حضرت راضی ہوگئے، اور سامان وغیرہ سب جلدی جلدی اتار لیا گیا، وہ حضرات ٹکٹ لے کر بریک جرنی کے لیے چلے گئے، حضرت نے فرمایا: پانی لاؤ وضو کرلوں، حضرت کے صاحبزادے محترم لوٹے میں پانی لائے، فرمایا: مسواک ؟انھوں نے بہت تلاش کیا مگر نہیں ملی، فرمایا ابھی گاڑی رکی ہے ، بوگی میں دیکھ لو، انھوں نے تلاش کیا مگر وہاں بھی نہیں ملی، سب سامان میں دیکھا پھر بھی نہیں ملی، حضرت نے فرمایا، ایک ایک سامان علیحدہ کرکے دیکھو، وہ مسواک تلاش کرتے رہے اور حضرت والا کی پریشانی دیکھتے رہے، آخر مسواک نہیں ملی، چہرے پر شدید رنج وغم کے آثار نمایاں ہوگئے، اسی حالت میں بلامسواک وضوکیا، اتنے میں وہ حضرات آگئے، ان سے پوچھا گیاکہ سامان اتارنے میں مسواک تو نہیں دیکھی؟ حافظ صاحب نے کہامیں نے بستر سے اٹھاکر اپنی جیب میں رکھ لی تھی، پھر مسواک حضرت والا کو دی گئی، چہرہ پر خوشی کے آثارظاہر ہوئے، معلوم ہوتا تھاکہ بہت بڑی گم شدہ چیز مل گئی ہے۔

مہمان نوازی: حضرت کی مہمان نوازی بھی بہت مشہور تھی ، مہمانوں کا حددرجہ خیال رکھتے تھے، بطور نمونہ ایک واقعہ لکھا جاتاہے : ایک مرتبہ مہمانوں کو باسی روٹی کھانے کے لیے دی گئی، حضرت والادیکھتے رہے اور کڑھتے رہے، جب آخری مہمان بھی کھاکر فارغ ہوگیا، توحسب معمول حضرت والا کے لیے کھانالایاگیا، توقلب مبارک میں دبی ہوئی چنگاری شعلہ بن کر بھڑک اٹھی اور میزبانوں پر برس پڑے، حددرجہ ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور نہایت سخت لب ولہجہ میں فرمایاکہ مہمانوں کو باسی روٹی کھلائی جاتی ہے، دل میں ان کا کوئی احترام نہیں ہے، ان کا کچھ اکرام نہیں کیا جاتا،تازہ باسی ہرقسم کا کھانا انھیں کھلا دیا جاتاہے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا، مہمان باسی کھانا کھاکر جائیں اور ہیں‌تازہ کھانا کھالوں یہ نہیں ہوسکتا، مہمان میرے ہیں، مجھ سے تعلق ہے ، اس لیے آتے ہیں، میری ذمہ داری ہے ،میں یہاں نہیں رہوں گا، جونپور جاکر رہوں گا، اپنے مہمانوں کا الگ سے انتظام کروں گا، انھیں کھلاتے ہوئے کھلتاہے ، تم لوگ بوجھ محسوس کرتے ہو، باسی کھانا کھلاتے ہو، قلبی رنج کا ایک کوہ آتش فشاں زبان کے راستے سے پھٹ کر بہہ رہاتھا، میزبان حضرات حیران وششدر اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے منت سماجت کررہے تھے، کہ غلطیوں کو معاف فرمادیجئے، اب مہمانوں کو ہمیشہ تازہ کھانا کھلائیں گے (حالاں کہ اس روز بھی تازہ کھانا تھا، ہاں روٹی ذراکچھ پہلے پک گئی تھی، جس کو حضرت والاکی مہمان نواز، حساس طبیعت نے ٹھنڈی ہونے کے سبب باسی محسوس فرمایا) کچھ دیر پہلے پکی ہوئی روٹی مہمانوں کو کھلانے سے حضرت والا کو اس درجہ رنج تھاکہ اپنے کھانے کا بالکل خیال نہ تھا، بہت منت سماجت کے بعد حضرت کھانے پر راضی ہوئے۔

فقہ وفتاویٰ: دیگر علوم کی طرح حضرت کو فقہ وفتاویٰ سے بھی کافی مناسبت تھی،آپ کے اندر علمی غیرت بے حد تھی، فقہی مسائل وباریک پیچیدہ فتاوے دریافت کرنے پر کبھی یہ نہ کہاکہ یہ جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، یا اس فتوے کا جواب میں نہ دے پاؤں گا، کسی دوسرے مفتی سے رجوع کرو، بلکہ کتابوں میں گھس جاتے ، ڈھونڈتے ڈھونڈتے حل تلاش کرکے مدلل فتویٰ لکھ کر دم لیتے، اور کہتے اب جہاں جی چاہے بھیج کر تصدیق کرالیجئے، مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جونپور میں جب تک کسی مفتی کا نظم نہ ہوا تھا، فتاوے خود ہی لکھا کرتے تھے، اور کمال یہ کہ اس وقت فتاوے کی خاطر خواہ کتابیں بھی حضرت کے پاس نہ تھیں، آپ کی فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتاہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا ومفتی مہدی حسن صاحب کے انتقال کے بعد آپ کے لیے منصب افتاء کی پیش کش کی گئی تھی ،حضرت مولانا ریاض احمد صاحب مظاہری لکھتے ہیں: حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کی ملاقات حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے ہوئی اور قاری صاحب نے اس کا تذکرہ کیا، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی نظر انتخاب اپنے لوگوں میں حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ پر پڑی،اس وقت حضرت والا ایک چھوٹے سے مدرسہ اور معمولی سے قصبہ میں رہتے تھے ،پھر بھی آمادہ نہ ہوئے ، حضرت والا کے سامنے ایک طرف دنیاکے سب سے بڑے براعظم ایشیا کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی عظیم مسند افتاء کی پیش کش تھی، جہاں مشاہرہ بھی خاصا تھا،دوسری طرف جونپور کے ایک معمولی سے مدرسہ کی بات تھی ، اس کے باوجود حضرت والا تیار نہ ہوئے ، اور جانے سے معذوری ظاہر کردی۔

حضرت والا کے فتاوے : حضرت والا نے یوں تو بہت سے فتاوے لکھے ، لیکن نقل وغیرہ کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیش قیمت فتاوے محفوظ نہ رہ سکے، حضرت کے چند فتاوے حضرت مولانا وقاری محمد اسماعیل صاحب صدرالقراء مدرسہ عربیہ ریاض العلوم کے پاس موجود تھے، جنھیں ذیل میں نقل کیا جاتاہے: ان فتاویٰ کی تخریج وتحقیق نبیرۂ مرشدامت مولانا احمد شمیم صاحب نے فرمائی ہے۔

فجزاہ اللہ خیرا الجزاء

منقول فتاویٰ ریاض العلوم جلد ا
۲،۳،۴ ۱۴۳۲ھ

بانی مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا مفتی محمد سعادت علیؒ فقیہ سہارنپور

ناصر الدین مظاہری

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قسط اول

آپؒ مجاہد کبیر حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کی جماعت کے خاص رکن، حضرت مولانا احمد علیؒ محدث سہارنپوری کے استاذ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے استاذالاساتذہ، مظاہر علوم سہارنپور کے بانی مبانی، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ کی معتمد خصوصی اور عبقری شخصیات میں سے تھے۔

فقہ وفتاویٰ سے خصوصی مناسبت کی وجہ سے آپ کو" فقیہ سہارنپور "کے نام سے جانا جاتا تھا، دیگر اعیان علم کے علاوہ حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کو آپ کے فقہی فیصلوں اور مسائل پر شرح صدر تھا۔

انگریزی سامراج اور اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کی بگڑتی ساکھ کو دیکھ کر آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ہندوستان میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی اور نسل نو کی جہانبانی کے لئے دینی مدارس کا وجود از بس ضروری ہے اس خیال نے جب پختگی پیدا کرلی اور حالات نے مدرسہ قائم کرنے پر مجبور کر دیا تو سب سے پہلے آپؒ نے طلبہ کو اپنے گھر پر ہی پڑھانا شروع کر دیا، ان کے قیام اور طعام کا نظام بھی آپ ہی فرماتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

حضرت مولانا سعادت علیؒ کچھ اسباق پڑھاتے تھے اور بقیہ وقت مدرسہ کی توسیع وترقی میں خرچ کرتے تھے اور لوگوں کو اس مدرسہ کی مالی" "اعانت کی طرف توجہ دلاتے تھے اور خود بھی فراہمی چندہ کے لئے تکلیف فرماتے تھے

(حیات اسعد ص ۲۹ بحوالہ نظام کانپور بابت مئی ۱۹۶۳ء)

طلبہ کی تعداد بڑھنے پر آپ نے کرایہ کے مکانات، محلّہ قاضی کی مسجد وغیرہ میں مدرسہ کو پھیلادیا اس طرح کزرع اخرج شطأہ کا مصداق بن کر جب مدرسہ قبولیت تامہ وعامہ حاصل کرنے لگا تو اساتذہ میں اضافے کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ حضرت مولانا سخاوت علیؒ اسی دور میمون میں استاذ متعین کئے گئے۔

عربی مدرسہ" سے" مظاہر علوم "تک"

یہ ایک حقیقت ہے کہ تعلیم وتعلم کا مبارک سلسلہ حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ کے دولت کدہ پر ایک عرصہ سے جاری تھا جس کا باقاعدہ کوئی نام نہیں تھا لیکن طلبہ کی کثرت، کرایہ کے مکانوں میں مدرسہ کی منتقلی اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کے بعد یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ م ۹،نومبر ۱۸۶۶ء سے اس مکتب کو" عربی مدرسہ" کے نام سے پکارا جانے لگا اور کئی سال تک کی رودادیں اسی نام سے مطبوع ہوتی رہیں۔

اسی درمیان ۱۲۸۶ھ میں بانی مظاہر علوم حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ وصال فرماگئے لیکن علم اور علماء کا جو بابرکت سلسلہ شروع فرمادیا تھا وہ چلتا رہا۔

طلبہ کے رجوع اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر یہ ضرورت بہر حال مسلم تھی کہ مدرسہ کرایہ کی عمارت میں کب تک چلتا رہے گا اس فکر و خیال کی پختگی نے حضرت حافظ فضل حق جیسے مخیّر اور مخلص حضرات کو میدان علم عمل میں لا کھڑا کیا، حافظ صاحب موصوف نے اپنی وہ زمین جو محلّہ چوب فروشان میں متصل مسجد واقع تھی وقف کر دی۔

اسی عہد میں حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ مظاہر علوم میں تشریف لائے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کو بانی مظاہر علوم کی خواہشات کے باعث کلکتہ کی ملازمت چھوڑ کر سہارنپور آنا پڑا، سہارنپور میں حضرت محدث سہارنپوریؒ نے چونکہ باقاعدہ مظاہر علوم کی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی اس لئے اپنے دولت کدہ پر ایک سال تک پڑھاتے رہے، دوسری طرف دس ہزار روپے سے زائد یکمشت رقم چندہ کرکے بغرض تعمیر داخل مدرسہ فرمائی اور دفتر مدرسہ قدیم کے نام سے موجودہ عمارت آپؒ کی فراہم کردہ رقم سے تیار ہوئی۔

۱۲۹۱ھ میں اس عمارت کی تعمیر شروع ہوئی اور ایک سال کے اندر مکمل ہو گئی تو حضرت حافظ فضل حقؒ نے جنہوں نے خود ایک خطیر رقم مدرسہ کے خزانہ میں جمع فرمائی تھی ایک دعوتی تقریب منعقد فرمائی اور تمام شرکاء کو کھانا کھلایا۔

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو اس عمارت کا باقاعدہ افتتاح کرنے کے لئے مدعو کیا گیا چنانچہ حضرت نانوتویؒ نہ صرف تشریف لائے بلکہ مسلسل تین گھنٹے تک اس عمارت کے صحن میں بیٹھ کر وعظ فرمایا۔

مدرسہ کی نسبت

چونکہ مدرسہ مظاہر علوم کا تعلیمی سلسلہ قیام مظاہر سے مدتوں پہلے سے جاری تھا مستقل مدرسہ قائم کرنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک مکتب کبھی جامعہ کی شکل میں دنیا بھر میں اپنی علمی و عرفانی روشنی بکھیرے گا اسی وجہ سے مدرسہ کا کوئی مستقل نام تجویز نہیں ہوا، لیکن ۱۲۹۲ھ میں جب یہ مدرسہ بازداران سے منتقل ہو کر اپنی اصلی عمارت میں پہنچا تو اس کے اصل نام کا خیال پیدا ہوا اس زمانہ میں مشہور عالم حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (جو علم و عرفان کے مرکز تھے) اپنے علم و فضل کی بناء پر بہت مشہور تھے، اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ "مظہر علوم" نام رکھا جائے لیکن مظہر علوم کے اعداد بارہ سو اکیانوے نکلے اور صرف الف کے اضافے سے (مظاہر علوم) مدرسہ کا تاریخی سن ۱۲۹۲ھ برآمد ہوتا تھا چنانچہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے مظاہر علوم (جو مدرسہ کے پہلی عمارت کی تعمیر کا تاریخی (نام ہے تجویز ہوا لیکن پھر بھی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے

مدرسہ کی لوجہ اللہ خدمت اور محنت مدرسہ کے طلباء کو کھانا کھلانا، ان کی بیماریوں کا علاج اور ملبوسات و مشروبات کا تکفل خود حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ فرماتے تھے نیز روداد مظاہر علوم کے مطابق پوری زندگی حضرت موصوف نے کبھی بھی مدرسہ کا ایک پیسہ اپنی ذات پر صرف نہیں کیا اور مدرسہ کی کامیابی و کامرانی اور تعمیر و ترقی بہترین تعلیمی معیار اور طلبہ کی ذہن سازی کی ہمیشہ فکر فرماتے تھے اس ضمن میں حضرت موصوف اپنے شاگرد خاص حضرت اقدس الحاج حافظ قمرالدینؒ امام جامع مسجد سہارنپور کے ساتھ دور دراز مقامات کے اسفار کرکے مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرتے اور خود بھی مستقل امداد فرماتے رہے۔

روداد مظاہر علوم ۱۲۸۳ھ ۱۲۸۴ھ کے مطابق متعدد کتب مدرسہ کو عنایت فرمائیں اور مستقل چندہ بھی دیتے تھے چنانچہ بعض روداد میں ''فہرست سالانہ چندہ دہندگان'' میں آپ کا بھی نام نامی مرقوم ہے نیز مدرسہ کی خاطر میرٹھ کے کئی اسفار فرمائے اور لوگوں کو ''چندہ دہندگان'' میں شامل فرمایا۔

فقہ وفتاویٰ

حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ اپنے اخلاص وفنائیت کی وجہ سے مشہور نہ ہوسکے لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ موصوف اپنے دور کی عبقری شخصیتوں اور نابغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے مختلف علوم وفنون پر مہارت تامہ اور حذاقت کاملہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاوی میں بھی کامل عبور رکھتے تھے، آپ کے فقہ وفتاوی پر ماہر وحاذق ہونے کی وجہ سے ہی آپ کو ''فقیہ سہارنپور'' کے لقب سے جانا پہنچانا جاتا تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں

''حضرت مولانا سعادت علی ''مسلم الثبوت فقہاء میں تھے''

حضرت مولانا محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری رحمۃاللہ علیہ حیات خلیل میں لکھتے ہیں

''حضرت مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ ایک بلند پایہ عالم، فقیہ اور محدث تھے، آپ کا تعلق حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت سے تھا''

حضرت موصوف فقہ، اصول فقہ، فتاوی نویسی اور فقہی جزئیات اور مسئلوں کی باریکیوں پر بیک وقت نظر رکھتے تھے، دینی اور علمی مسائل کا استحضار رہتا تھا چنانچہ آپ کے فقہ وفتاوی پر کامل عبور اور دسترس کا اعتراف آپ کے معاصرین بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ جب ہجرت کرکے مکۃالمکرمہ تشریف لے گئے تو آپ کی خدمت میں ایک تفصیلی فتوی پیش کیا گیا جس پر وہاں کے مفتیان کرام اور قضاۃ کی مہریں اور دستخط موجود تھے جس سے معلوم ہورہا تھا کہ یہ فتوی ان کا اجتماعی اور اتفاقی ہے حضرت مولانا شاہ اسحٰقؒ نے حضرت مفتی سعادت علی کو طلب کیا اور فتوی پر نظر ثانی کیلئے مامور فرمایا حضرت مفتی صاحب نے بنظر غائر اس فتوی کا مطالعہ کرکے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں تو موصوف نے متعلقہ کتب منگوا کر تغلیط کی وجوہ نصوص کتب معتبرہ سے واضح فرمائیں یہ واقعہ آپ کی فقاہت، دقت نظر، وسعت مطالعہ اور مسائل فقہیہ کے کامل استحضار اور علم ومطالعہ کی بلندی پر دال ہے۔

ایک عرصہ دراز تک مدرسہ میں آنے والے مختلف علمی، دینی اور فقہی سوالات کے خود ہی جوابات تحریر فرماتے رہے بعد میں آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا امیر باز خان صاحبؒ بھی آپ کے معاون رہے آپ کے چند علمی فتاوے مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں موجود ہیں۔

بہر حال حضرت موصوف ایک ہمہ جہت شخصیت تھے آپ نے اپنی ذہنی خوبیوں اور فکری بلندیوں کی بدولت ایک عالم کو اپنے علوم وکمالات سے فیض یاب فرمایا۔

حضرت اقدس مولانا نسیم احمد غازی مظاہری دامت برکاتہم رقم طراز ہیں

حضرت مولانا سعادت علی صاحبؒ ''فقیہ سہارنپور'' بانی مظاہر علوم سہارنپور کو حق تعالی نے صاحب فضل وکمال بنانے کے ساتھ ساتھ ایسا'' صاحب فیض بنایا تھا کہ دیوبند سہارنپور، مرادآباد اور لکھنؤ وغیرہ پورے ہندوستان بلکہ عرب وعجم اور ممالک یورپ میں ان کے فیوض کے سمندر آج بھی تمام عالم دنیا کو فیضیاب وسیراب کررہے ہیں۔

مطالعہ میں انہماک کا ایک دلچسپ واقعہ

مطالعہ آپؒ کا ''استاذ محترم حضرت مولانا اطہر حسین صاحبؒ شیخ الادب والفقہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ اوڑھنا اور بچھونا بن گیا تھا، چنانچہ دوران طعام بھی آپ مطالعہ میں مشغول رہتے تھے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کھانا تناول فرمارہے تھے اسی دوران آپ کی خدمت میں انڈے کا سالن پیش کیا گیا تو موصوف کو مطالعہ میں انہماک کی وجہ سے پتہ ہی نہ چلا کہ یہ کس چیز کا سالن ہے کھانا ''کھانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ انڈے کا سالن تھ توآپ نے فرمایا''پہلے کیوں نہ بتایا تھا کہ میں مزہ لے کر کھاتا

تحریک آزادیٔ ہند اور مظاہر علوم

حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ بن عرفانؒ کی تحریک جس کا خاص مقصد توحید خداوندی اور شریعت محمدی کی ترویج واشاعت اور امت مسلمہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا دفاع اور سد باب تھا چنانچہ حضرت مولانا سعادت علیؒ بھی حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کی اس مبارک تحریک کے نہ صرف قائل تھے بلکہ ایک خاص فرد فرید کی حیثیت سے کام بھی کرتے تھے چنانچہ مشہور مورخ صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا عبد الحہ صاحبؒ رقم طراز ہیں

'کان من ربط الامام السید الشہید رحمہ اللہ''

یعنی حضرت مولانا سعادت علیؒ حضرت مولانا سید احمد شہید کی جماعت میں سے تھے محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی ایک تحریر میں ہے کہ

''آپ سید احمد شہید بریلویؒ کی جماعت کے خواص میں سے تھے''

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی فرماتے ہیں

''حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوریؒ حضرت اقدس سید احمد شہید بریلویؒ کی جماعت کے رکن رکین تھے''

مولانا محمد یوسف صاحب قریشیؒ اپنے ''سفر نامہ ہند''میں لکھتے ہیں۔

''حضرت مولانا سعادت علیؒ سید احمد امام شہید بن عرفان بریلویؒ کی جماعت کے ایک فرد تھے آپ بڑے متبحر عالم اور فنون کے ماہر تھے''

حقیقت یہ ہے کہ زہد وتصوف کے ساتھ ساتھ تحریک آزادیٔ ہند میں بھی اکابر مظاہر شریک رہے لیکن ان کے استغناء وتوکل، خلوص وللّٰہیت یکسوئی وبے نیازی اور نام ونمود سے دوری نے ان کو مشہور نہ ہونے دیا پھر وہ خود چاہتے تھے کہ ان کے نام کو مشہور نہ کیا جائے بلکہ ان کے دینی کاموں کو عام کیا جائے چنانچہ مولانا شمس الحق نے فرمایا کہ

یہ اسلامی مدرسہ جو اپنی سادگی وضع داری اور میانہ روی خاموشی کے ساتھ اپنے حقوق وفرائض کے ادا کرنے میں خاص امتیازی شان رکھتا'' ہے (ایک صدی سے زائد عرصہ سے) سہارنپور کا سرمایۂ برکت اور اعزاز بنا ہوا ہے اس آسمان ہدایت کے برسنے والے بادل جس قدر برسے ہیں اس قدر گرجے نہیں اور جتنے کارنامے اطراف ہند میں اس کے خوان علم سے سیراب ہو کر پھیلے اتنے مشہور نہیں ہوئے'' (ماہنامہ الرشاد ج ا (شمار ۳۵

یہ بھی ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ اس ادارہ کے علماء کی تحریک خاموش ہے مگر اس خاموشی میں فتح وظفر پنہائیاں مستور تھیں حضرت مولانا سعادت علیؒ بانی مظاہر، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ صدر المدرسین اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سرپرست مظاہر علوم

سہارنپور، یہ وہ قدسی صفات ہستیاں ہیں جو تحریک آزادی کے قابل فخر سپوت اور مرد مجاہد تھے۔
تحریک آزادی کے متعلق خفیہ مشورے، مخصوص انداز و منہاج پر خطوط نویسی، کن کن جگہوں پر کون کون سے فتنے ابھرتے ہیں اور کس قسم کے چرچے ہوتے ہیں ان کی خبر گیری، راتوں کے سناٹوں، ہیبت ناک اندھیروں سے خفیہ باتوں کی یافت غرض بھوک اور پیاس برداشت کرکے تحریک آزادی کو کامیاب وکامران بنانے میں علماء ہند نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مشہور صاحب قلم انشاء پرداز آبادشاہ پوریؒ اپنی کتاب ''سید بادشاہ کا قافلہ'' میں لکھتے ہیں

امید علی نے بیان کیا تھا کہ دو قاصدوں میں سے ایک کا بازو لڑائی میں زخمی ہوگیا ہے اور مولوی سعادت علی اور مولوی احمد علی سہارنپور والے'' ، مولوی امیر الدین (سرگرم کارکن) کے ساتھ لین دین کرتے ہیں چنانچہ ایشوری پرساد نے وارنٹ تلاشی حاصل کیا اور جوائنٹ مجسٹریٹ نے (مولوی سعادت علیؒ کے گھر کی تلاشی لی اور کئی خطوط ہاتھ آئے جن کا معائنہ ہو رہا ہے'' (ص ۳۲۴

حضرت سید احمد شہیدؒ نے تحریک آزادی کی ابتداء کے وقت ہندوستان بھر کا سفر فرمایا تھا اور اس سفر میں خاص خاص لوگوں کو اپنی تحریک کے اغراض ومقاصد سے آگاہ فرمایا تھا اسی ضمن میں آپ دیوبند اور سہارنپور بھی پہونچے اور ایک جم غفیر کو بیعت بھی فرمایا تھا۔

مشہور تحریک ''ریشمی رومال'' جس کے روح رواں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ تھے موصوف نے جب اس تحریک کو وجود میں لانے اور فعال ومتحرک بنانے پر غور فرمایا تو سب سے پہلے مظاہر علوم ہی میں علماء عارفین سے مشورہ لیا تھا گویا تحریک ''ریشمی رومال'' کی خشت اول بھی یہی درسگاہ ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے صدر المدرسین، بانی جامعہ کے معتمد خاص، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے نور نظر، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ نے نہ صرف تحریک آزادی میں حصہ لیا بلکہ جنگ آزادی (شاملی) میں شرکت بھی فرمائی تھی۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی تحریک آزادی میں شرکت، ریشمی رومال میں دلچسپی، مدینہ منورہ کا سفر، وہاں اہم شخصیات سے ملاقات، واپسی پر بمبئی بندرگاہ پر گرفتاری، آپ کے سامان کی تلاشی، نینی تال جیل میں اسارت اور پھر رہائی اس کی مکمل تفصیل کیلئے مطالعہ فرمائیں'' تحریک آزادئ ہند اور مظاہر علوم سہارنپور''

بدعات وخرافات کی مخالفت:

مفتی سعادت علیؒ خالص حنفی المسلک تھے، قرآن وسنت اور اجماع امت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ ان پر عمل آپ کی مبارک زندگی کا جزء لاینفک تھا اور دین وشریعت میں نت نئی بدعات وخرافات کے ہمیشہ مخالف رہتے تھے اور اس کے روکنے کے لئے کوشاں رہتے تھے اسی ضمن میں سرزمین میرٹھ کے رئیس اور زمیندار جناب الٰہی بخش لال کرتی کو حضرت موصوف کی ایسی صحبت میسر آئی کہ موصوف نے ہر قسم کی بدعات وخرافات اور چراغاں وغیرہ سے توبہ کرلی۔

روڑکی کا سفر

مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ (خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) جو پہلے ہندو تھے اور دین واسلام سے ناواقف احکام شریعت وطریقت سے اللہ رب العزت نے انہیں دین کے سمجھنے اور پرکھنے کی توفیق بخشی تو... ناآشنا، قرآن وسنت کی تعلیمات سے لاعلم خالص ہندو مذہب رکھتے تھے

انہوں نے بہت قریب سے اسلام اور اسلامیات کا مطالعہ کیا اور پھر انہوں نے محسوس کیا کہ دین محمدی ہی سچا مذہب ہے چنانچہ آپؒ نے اسلام قبول کرلیا (اور خلیل الرحمٰن اسلامی نام تجویز ہوا) اسلام لانے کی وجہ سے بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، ہاتھوں میں بیڑیاں اور پیروں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں اور بند کوٹھریوں میں قید کئے گئے، بھوکے اور پیاسے رکھے گئے، طرح طرح کی ایذائیں پہونچائی گئیں لیکن آپ کے پائے ثبات میں جنبش نہ آئی، آپ کی پریشانیوں اور کلفتوں کو سن کر حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ بغرض ملاقات روڑکی کا سفر طے فرمایا، خود مولانا خلیل الرحمٰن لکھتے ہیں۔

میری حالت زار سن کر تین بزرگ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ تشریف لائے'' (اور مجھے ایک خفیہ مقام پر بلا بھیجا میں ان بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور والد صاحب کو خبر بھی نہ ہوئی'' (انوار خلیل ص ۵۷

بہر حال حضرت مولانا محمد سعادت علی نوراللہ مرقدہ وبرد مضجعہ وہ مایہ ناز فرد تھے جنہیں حضرت اقدس شیخ المشائخ، عارف وقت مولانا سید احمد شہید بن عرفان صاحب بریلویؒ اعلی اللہ درجاتہ رائے بریلوی کی ذات والا صفات کے ساتھ روحانی تعلق، دلی ربط، بڑا گہرا لگاؤ اور غایت درجہ انسیت ومحبت تھی بربنا ازیں آپ حضرت سید قدس سرہ کے انوار باطنیہ اور فیوض روحانیہ سے علی وجہ الاتم مالا مال تھے۔

مولانا احمد علیؒ کی تعلیم وتربیت اور آپ کی تدبیر:

حضرت مولانا احمد علی ۱۸ سال تک کھیل کود میں مشغول رہے اور کبوتر بازی میں اپنی قیمتی عمر گنواتے رہے، حضرت مفتی سعادت علی صاحبؒ کو بہت افسوس ہوتا کہ علمی خانوادے سے تعلق رکھنے والا یہ بچہ اپنی عمر عزیز برباد کر رہا ہے، ایک مرتبہ مفتی صاحب موصوفؒ نے یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ ایک شخص کو چند سوالات دیکر آپ کے پاس بھیجا، سائل نے ان سوالات کے جوابات طلب کئے تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا ،تو سائل نے طنز کیا اور کہا کہ اتنے بڑے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہو اور یہ حالت بنا رکھی ہے، ان الفاظ کا سننا تھا کہ آپ نے علم دین کی تحصیل کے لئے کمر باندھ لی اور حصول علم کے لئے نکل پڑے آپ دنیا انہیں محدث کے نام سے جانتی ہے جن کے شاگردوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے سرخیل اعظم ہیں۔

وفات حسرت آیات

بہر حال حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ علوم واعمال، دین وملت کے فعال اور عظیم المرتبت وجامع شخصیت تھے ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں آپ کا انتقال پرملال ہوا (جس وقت مظاہر علوم اپنی عمر کے چوتھے سال میں تھا) روداد مظاہر علوم میں آپ کی رحلت کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ

مولانا سعادت علی مرحوم کہ بانی مدرسہ تھے اور ہر وقت خبر گیری مدرسہ ومدرسین وطلبہ ودیگر امور متعلقہ کی فرماتے تھے، اس جہان سے'' رحلت فرماگئے، مدرسہ پر ان کے انتقال کی خاص مصیبت ہوئی اور شہر گویا بے چراغ ہوگیا، خدا تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مدرسہ کو بہ (اشاعت علوم دینیہ واحیاء سنت نبویہ قائم ودائم رکھے'' (روداد مظاہر علوم ۱۲۸۶ھ

حضرت مولانا مفتی سعادت علیؒ کو مسجد شاہ نور صاحب محلّہ حسام الدین کے شمال میں سپرد خاک کیا گیا۔

استاذ محترم حضرت مولانا انعام الرحمٰن تھانویؒ نے ۱۳۹۴ھ میں آپؒ کی مندرجہ ذیل تاریخ وفات تحریر فرمائی، جس کا کتبہ آپ کی قبر اطہر پر نصب ہے، پتھر کا صرفہ مولانا عتیق احمد دیوبندیؒ مدیر ''قاسم العلوم'' کی اہلیہ محترمہ نے برداشت کیا تھا۔

حضرت الحاج مولانا سعادت علی ارجمند
داشت بہر نشر علم دیں چہ طبع دردمند
عالم بارع فقیہ عصر مرد خوش صفات
از کمالات وفضائل بود ذاتش بہرہ مند
آں مظاہر را مؤسس بود اول مہتمم
آں مظاہر در سہارنپور بحر علم وپند
او مظاہر ہست مستغنی ز توصیف وثنا
عالیہ وخوب خدماتش بعالم اشہرند
بد بحضرت سید احمد شہیدش ربط خاص
آنکہ بودہ در رہ حق بے خطر از ہر گزند
ارتحالش رابکشتہ مدت بسیار بعد
دوستاں چو بہر نازش مصر بیحد شدند
دریک الف وسہ صد پنج ونو ہجری سنہ
از پئے اصرار شاں بنوشتہ شد ایں قطعہ بند
سال فوت ہجریش انعام ایں کردہ رقم
افقہ مولانا سعادت در جناں بام بلند

خصوصی شاگرد

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' والی بات ہے، مظاہر علوم اپنے قیام کے اول روز ہی سے علماء اور ہمدردان قوم وملت کی نظروں میں قابل'' اعتماد ہوگیا تھا چنانچہ پہلے ہی سال ۱۳۰ طلبہ کا مدرسہ میں بغرض تحصیل علم داخل کر اہل علم سے استفادہ کرنا بڑی اہم بات ہے نیز اس پہلے سال کے طلباء میں بعض حضرات تو ایسے ہیں جو آگے چل کر علم وعرفان کے مینار اور فضل وکمال کے مضبوط ستون بنے چنانچہ مولانا حافظ قمرالدین سہارنپوریؒ، مولانا خلیل احمد انبہٹویؒ، مولانا عنایت الٰہی سہارنپوریؒ، مولانا مشتاق احمد انبہٹویؒ وغیرہ اپنی ذات میں انجمن بلکہ میر انجمن ثابت ہوئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ اور حضرت مولانا عنایت الٰہی سہارنپوریؒ اس ادارہ کے ناظم و مہتمم رہ چکے ہیں۔

یہاں مذکورہ حضرات کا ذکر خیر مختصراً کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا حافظ قمرالدین سہارنپوریؒ

حضرت مولانا قمرالدین سہارنپوریؒ ابتدا سے ہی مظاہر علوم میں داخل ہوگئے تھے اور نحو میر وغیرہ میں حضرت مولانا عنایت الٰہیؒ کے شریک درس تھے۔ ۱۲۸۹ھ میں کتب حدیث میں سے بخاری شریف، ابوداؤد شریف اور علم فقہ میں سے در مختار پڑھی، اور فراغت سے دو سال قبل یعنی ۱۲۸۷ھ میں تین روپے مشاہرہ پر مدرسہ میں شعبۂ قرآن مجید کے استاذ مقرر ہوگئے۔ گویا ایک ہی وقت میں استاذ بھی تھے اور شاگرد بھی

،سہارنپور کی جامع مسجد کے بھی ایک طویل عرصہ تک امام وخطیب رہے۔ روداد مدرسہ بابت ۱۲۸۷ھ میں آپ کے محاسن جلیلہ کا تذکرہ ان : الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے

حافظ قمرالدین صاحب مدرس چہارم مرد مہذب خیر خواہ مدرسہ ہیں۔ دوران سال ہٰذا مقرر کئے گئے۔ طلبۂ قرآن خواں کو پڑھاتے ہیں ہم سچے دل سے کہتے ہیں کہ امتثال امور مدرسہ میں مطیع ہیں۔

حافظ قمرالدینؒ کے جس تقرر کا اس روداد میں تذکرہ ہے۔ یہ زمانہ حضرت حافظ فضل حقؒ کی نوعمری اور ابتدائی تقرر کا ہے لیکن اس کے بعد حافظ صاحب اجل مشائخ اور مدرسہ کے روح رواں بن گئے تھے کہ شہر اور دیہات کا چندہ جمعہ کی نماز کے بعد سے لیکر عصر تک جامع مسجد سہارنپور میں حضرت ہی وصول فرمایا کرتے تھے۔

مظاہر علوم کے ابتدائی دور میں اس کے لئے چندہ کی فراہمی اندرون شہر سے ہی ہوا کرتی تھی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۱۵ھ میں اخراجات ومصارف کی زیادتی کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آئی کہ چند اندرون شہر کے علاوہ بیرون سے بھی کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مدرسہ کے جو اساتذہ تحصیل چندہ کی غرض سے باہر گئے ان میں حافظ صاحب مرحوم ومغفور بھی تھے۔

آپ حضرت اقدس مولانا خلیل احمدؒ کے اجل خلفاء میں سے بھی ہیں اور حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ کے گمان کے مطابق امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بھی آپ مجاز تھے۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی وصایا میں جن معتمد ومعتبر مشائخ سے بیعت کرنے کا مشورہ دیا ہے ان میں حضرت (مولانا حافظ قمرالدین صاحب کا اسم سامی بھی موجود ہے (تنبیہات وصیت صفحہ ۱۷

۱۳۱۳ھ اور ۱۳۳۴ھ میں دوبار حج کیلئے تشریف لے گئے دوسرے سفر میں حضرت مولانا عبداللطیفؒ پو قاضویؒ بھی آپ کے رفیق تھے۔ تکبیر اولیٰ کا خاص اہتمام فرماتے حتیٰ کہ اپنی زندگی کی سب سے آخری نماز، عشاء بھی صف اول میں پہونچکر پڑھی۔ جب امامت سے بالکل معذور ہوگئے تو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ استاد مظاہر علوم کی نیابت میں امامت کے لئے جامع مسجد تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۲۷، محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۵، دسمبر ۱۹۱۵ء میں آپ کا وصال ہوا

کیا واقعہ غدیر سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت ہوتی ہے ؟؟؟ (مولانا محمد نبیل خان قاسمی)

یمن کے علاقے میں اسلام کی تبلیغ کافی عرصے سے جاری تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقتاً فوقتاً وہاں بھیجتے رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں نو عمر ہوں اور قضا کے معاملات میں مجھے زیادہ تجربہ نہں اور اس قوم میں تنازعات کے فیصلے کرنے کی نوبت آئے گی تو میں کیا کروں گا؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اطمینان دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا :

ان اللہ سیہدی لسانک ویثبت قلبک :

اللہ کریم تمہاری زبان کو درست فیصلہ کی توفیق دے اور تمہارے دی کو ثابت رکھے گا۔

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں۔

فوضع علی صدری وقال اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت علی کے سینے پر رکھا اور دعا دی۔ اے اللہ ان کی زبان کو ثابت رکھ اور ان کے دل کی رہنمائی فرما۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۰۷۔ تحت باب بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب وخالد الی یمن قبل حجۃالوداع)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے سامنے جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا تو اس میں اشکال پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے حل کے لئے کوی بہتر صورت منکشف ہو گئی۔

یمن میں قیام کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متعدد واقعات پیش آئے تھے۔ علماء سیرت نے اس میں متعدد روایات ذکر کی ہیں ان میں سے ایک بطور خلاصہ ذکر کی جاتی ہے۔

سیرت کی روایات میں ہے کہ یمن کے علاقہ سے مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئیں۔ ان اموال غنائم سے بطور خمس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خادمہ حاصل کی اس پر دیگر ساتھیوں کو کچھ اعتراض ہوا۔ گو موقعہ پر کوئی خاص کشیدگی نہیں ہوئی۔ پھر جب یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حج سے واپسی پر مدینہ منورہ کے راستہ میں حضرت بریدہ بن خصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ اعتراض پیش کیا۔

۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم (غدیر عربی یں جوہڑ یا تالاب کو کہتے ہیں جو) میں پہنچے تو اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر آرام فرمایا۔ اس دوران بعض صحابہ کی طرف سے وہ شکایات پیش کی گئیں جو سفر یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش آئی تھیں۔ غدیر خم کے مقام پر 18 ذوالحجہ 10 ھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ضروری امور کو ذکر فرمایا تھا ان میں سے ایک چیز رفع شبہات کے درجہ میں تھی۔

وہ حضرت علی کے متعلق تھی جو اعتراضات سفر یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم سفر احباب کو آپ کے خلاف پیدا ہوئے تھے ان کی مدافعت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی فضیلت بیان فرمائی۔ اور حضرت علی کی امانت و دیانت کا واضح طور پر ذکر فرمایا ان کلمات میں ایک کلمہ سب سے زیادہ مشہور ہے :

من کنت مولاہ فعلی مولاہ :

ان کلمات میں حضرت علی سے اعتراضات کا ازالہ مقصود تھا اور حضرت علی کی فضیلت اور ان کے حسن کردار کا بیان کرنا پیش نظر تھا۔ یہ ایک وقتی مسئلہ تھا اس فرمانِ نبوت کے ذریعہ حسن اسلوبی کے ساتھ اختتام پزیر ہو گیا۔۔ مقام غدیر خم میں کوئی جنگ وغیرہ نہیں ہوئی۔

غدیر خم کے واقعہ کو بعض لوگوں نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے لئے ناکام کوشش کی ہے یہ لوگ اس واقعہ کو مسئلہ خلافت کے لئے انتہائی درجہ کی قوی دلیل قرار دیتے یہاں چند اشیاء غور طلب ہیں۔ ان پر توجہ فرمانے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ دلیل مسئلہ خلافت پر

گز ثابت نہیں کرتی۔

: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق شکایات کاازالہ جن الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاان میں یہ جملہ مزکور ہے کہ : من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس شخص کے لئے میں محبوب اور دوست ہوں پس علی بن ابی طالب اس کے محبوب اور دوست ہیں۔ یہاں پر مسئلہ خلافت و نیابت کا ذکر تک نہیں ہے۔اور نہ کسی جماعت کی طرف سے آپ کے سامنے خلافت کے مضمون کو زیر بحث لایا گیا۔اور نہ ہی کسی شخص نے اس کے متعلق کوئی سوال کیا جس کے جواب میں آپ نے یہ آپ نے یہ کلام فرمایا ہو۔

پھر اس روایت کے اگلے الفاظ بھی غور طلب ہیں ان میں موالات اور معادات کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں مولیٰ کے لفظ : میں ولایت بمقابلہ عداوت ہے بمعنی خلافت نہیں۔ روایت کے وہ الفاظ یہ ہیں

:

: اللھم وال من ولاہ وعاد من عاداہ

اللہ ! اسے دوست رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔

یہ ہے اصل واقعہ کا پسِ منظر جو سادہ الفاظ میں ذکر کر دیا ہے۔اور روایت ھٰزا کے متعلق ہمارا یہی مؤقف ہے جو ہم نے پیش کر دیا۔

جاری ہے :

اکابر دیوبند کیا تھے؟ (مولانا محمد داؤد الرحمٰن علی)

اس کا جواب مختصر لفظوں میں یوں دیا جاسکتا ہے کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے' سلف صالحین کا نمونہ تھے'اسلامی مزاج ومزاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے' لیکن ان مختصر جملوں کی تشریح وتفصیل کرنے بیٹھیں تو اس کے لیے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں اور سچی بات یہ ھے کہ ان کی خصوصیات کو لفظوں میں سیمٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ اس لیے کہ ان کی خصوصیات کا تعلق در حقیقت اس مزاج ومزاق سے ہے جو صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں اور ان کے طرز زندگی سے مستینر تھا اور مزاج ومزاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جاسکتا ھے لیکن الفاظ کے ذریعہ ٹھیک ٹھاک بیان نہیں کیا جاسکتا' جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا جاسکتا ہے لیکن اس کی پوری کیفیت کو الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں۔ ۔اسی طرح ان حضرات کے مزاج ومزاق کو ان کی صحبتوں اور ان کے واقعات سے سمجھا جاسکتا ہے مگر اس کی منطقی تعبیر ناممکن ھے لھزا اس مضمون میں اکابر دیوبند کی خصوصیات وامتیازات کو نظری طور سے بیان کرنے کے بجائے ان کے چند متفرق واقعات سنانے مقصود ہیں جن سے ان کی خصوصیات زیادہ واضع اور آسان طریقے سے سمجھ آسکیں گی۔ وباللہ التوفیق

علم وفضل اور اس کے ساتھ تواضواع وللٰہیت

اگر صرف وسعت مطالعہ' قوت استعداد اور کثرت معلومات کا نام علم ہو تو یہ صفت آج بھی ایسی کامیاب نہیں لیکن اکابر دیوبند کی خصوصیت یہ ہے کہ علم وفضل کے سمندر سینے میں جزن کرلینے کے باوجود ان کی تواضواع وقنائیت اور للٰہیت انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ محاورہ زبان زدعام ہے کہ "پھلوں سے لدی ہوئی شاخ ہمیشہ جھکتی ہے۔" لیکن ہمارے زمانے میں اس محاورے کا عملی مظاہرہ جتنا اکابر دیوبند کی زندگی میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے :۔

بانی دارالعلوم دیوبند حجتہ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم۔ نابحر ناپیدا کنار تھے۔ مولانا رحمہ اللہ کی تصانیف آب -1 حیات' تقریر دلپزیر' قاسم العلوم' اور مباحثئہ شاہ جہاں پور وغیرہ سے ان کے بلند مقام کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض تصانیف ایسی ہیں کہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ حد یہ ہے کہ ان کے ہم عصر بزرگ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ جملہ دیوبند میں مشہور تھا کہ "میں نے آب حیات کا چھ مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔ اب وہ کچھ کچھ سمجھ میں آئی ہے"۔

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اب بھی مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور زیادہ غور وحوض کی مشقت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اس لیے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھالیتا ہوں کہ ضروریات کا علم حاصل کرنے کے لیے اور سہل سہل کتابیں موجود ہیں پھر کیوں مشقت اٹھائی جائے"۔ (اشرف النواسح ص 136' 138 ج 1)

عموماً علم وفضل کا زبردست پندا پیدار ہوجایا کرتا ہے لیکن حضرت ' ایسے وسیع وعمیق علم کے بعد' بالخصوص جب اس پر عقلیات کا غلبہ ہو نانوتوی رحمہ اللہ کا حال یہ تھا جبہ خود فرماتے ہیں :

جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے' اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے' اگر "
(ارواح ثلاثہ 176 نمبر 230) "- مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک کا بھی پتہ نہ چلتا
: چنانچہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ بقول حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمہ اللہ کے کہ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے اس سے کبھی کبھی اپنی جوتی اٹھوایا کرتے تھے اور جس "
(ارواح ثلاثہ ص 206 288) طالب علم کے اندر تواضع دیکھتے تھے اس کے جوتے خود اٹھالیا کرتے تھے

یہی حال حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا تھا۔ انہیں ان کے تفقہ کے بلند مقام کی بنا پر حجتہ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی -2
رحمہ اللہ نے " ابو حنیفہ عصر " کا لقب دیا تھا اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اپنے عہد میں اسی لقب سے مشہور تھے - حضرت علامہ انور شاہ
کا مرتبہ دینے کو تیار نہیں تھے' حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو "فقیہ " کشمیری رحمہ اللہ جیسے بلند پایا محقق جو علامہ شامی رحمہ اللہ کو "فقیہ النفس
: فرمایا کرتے تھے - مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ واقعہ سنایا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ "النفس
سب طلباء کتابیں لیکر اندر بھاگے مگر مولانا گنگوہی رحمہ اللہ - حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی "
(ارواح ثلاثہ ص 227 338) "طلباء کی جوتیاں جمع کرنے لگے تاکہ ان کو اٹھا کر اندر لے جائیں - لوگوں نے یہ حال دیکھا تو کٹ کے رہ گئے

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے علم و فضل کا کیا ٹھکانہ؟ لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ "ایک مرتبہ مولانا محمود حسن -3
مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے عذر پیش فرمایا کہ مجھے - رحمہ اللہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا
اور اس کا "فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد " عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کے لیے کھڑے ہو گئے اور یہ حدیث
:ترجمہ یہ کیا کہ

"-ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے"

: مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ

"- یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں"

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا جوابی رد عمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ذرا دیر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں اگر ان کی جگہ ہم
'اشتعال انگیز بھی تھا- لیکن اس شیخ وقت کا طرز عمل سنیے ' ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور ان صاحب کا انداز بیان توہین آمیز ہی نہیں
: حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر

مولانا محمود حسن رحمہ اللہ فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا - خیر اب
"- میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گئی' یعنی آپ کی شہادت

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرمادیا - اس کے بعد ان عالم سے بطرز استفادہ پوچھا کہ " غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں " انہوں نے فرمایا اشد کا
)ترجمہ اثقل (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے-" مولانا محود حسن رحمہ اللہ نے برجستہ فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے
کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے -) کیا یہاں (یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی
(بھی اضر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟ اس پر وہ عالم دم بخود رہ گئے-" (ارواح ثلاثہ ص 286 436

4 - حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جب کانپور میں مدرس تھے۔انہوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاد حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو بھی مدعو کیا۔کانپور میں بعض اہل علم معقولات کی مہارت میں معروف تھے اور کچھ بدعات کی طرف بھی مائل تھے۔ادھر علمائے دیوبند کی زیادہ تر توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی۔اس لیے یہ حضرات سمجھتے تھے کہ علمائے دیوبند کو معقولات میں کوئی درک نہیں ہے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس وقت نوجوان تھے اور ان کے دل حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو مدعو کرنے کا داعیہ یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت کی تقریر ہوگی کہ کانپور کے ان علماء کو پتہ چلے گا کہ علمائے دیوبند کا علمی مقام کیا ہے اور وہ منقولات و معقولات دونوں میں کیسی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تقریر شروع ہوئی۔حسن اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آگیا۔اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تقریر سنانا چاہتے تھے' جلسہ میں نہیں آئے تھے۔جب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تقریر شباب پر پہنچی اور اس معقولی مسئلہ کا انتہائی فاضلانہ بیان ہونے لگا تو وہ علماء تشریف لے آئے جن کا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو انتظار تھا۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ اب ان حضرات کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے علمی مقام کا اندازہ ہوگا۔لیکن ہوا یہ کہ جوں ہی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان علماء کو دیکھا۔ تقریر کو مختصر کر کے فوراً ختم کر دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا فخر الدین گنگوہی رحمہ اللہ موجود تھے' انہوں نے دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ:

حضرت! اب تقریر کا اصل وقت آیا تھا آپ بیٹھ کیوں گئے؟"حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے جواب دیا: ہاں دراصل یہی خیال مجھے بھی آیا تھا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی یہودی نے آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کر دی تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے۔یہودی نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا تو کھسیانا ہو کر اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روئے مبارک پر تھوک دیا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کو فوراً چھوڑ کر الگ ہو گئے اور پوچھنے پر بتایا کہ میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بنا پر اس یہودی سے الجھا تھا۔اگر تھوکنے کے بعد کوئی کاروائی کرتا تو یہ اپنے نفس کی مدافعت ہوتی۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنے اس عمل سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت تازہ فرمادی۔مطلب یہی تھا کہ اب تک تو تقریر نیک نیتی اور خالص اللہ کے لیے ہو رہی تھی لیکن یہ خیال آنے کے بعد اپنا علم جتانے کے لیے ہوتی'اس لیے تقریر کو روک دیا (یہ واقعہ مذکورہ تفصیل کے ساتھ مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے سنا ہے اور مفتی شفیع رحمہ اللہ نے حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سنا اور اسی کا خلاصہ حضرت میاں رحمتہ اللہ علیہ نے حیات شیخ الہند رحمہ اللہ کے صفحہ نمبر 127 پر بھی کیا ہے۔)

5- مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب رحمہ اللہ معقولات کے مسلّم عالم تھے۔انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی شہرت سن رکھی تھی،ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مکان پر پہنچ گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ "مجھے حضرت مولانا محمود حسن سے ملنا ہے۔" وہ صاحب بڑے پر تپاک سے مولانا

اجمیری رحمہ اللہ کو اندر لے گئے' آرام سے بٹھایا اور کہا ابھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ مولانا اجمیری رحمہ اللہ منتظر رہے' اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا اجمیری رحمہ اللہ کو پلایا۔اس کے بعد مولانا اجمیری رحمہ اللہ نے کہا "حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجئے۔ان تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا' مولانا " صاحب نے فرمایا "آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں اجمیری رحمہ اللہ نے کہا کہ "میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں' آپ انہیں اطلاع کر دیجئے "ان صاحب نے فرمایا "انہیں اطلاع ہو گئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہو جاتی ہے۔" مولانا اجمیری رحمہ اللہ نے کھانا کھا لیا تو ان صاحب نے مولانا اجمیری رحمہ اللہ پر پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمہ اللہ برہم ہو گئے اور فرمایا آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔میں مولانا سے ملنے :ابھی تک آپ نے مولانا سے ملاقات نہیں کرائی۔اس پر وہ صاحب بولے کہ 'آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے

"۔دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں' البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے"

مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ ہکّا بکّا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کیا چیز ہیں (یہ واقعہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی شفیع رحمہ سے سنا اور انہوں نے اپنے ایک ہم سبق عالم مولانا مغیث الدین صاحب سے سنا تھا جو دیوبند چونکہ واقعہ سنے کافی عرصہ ہو گیا تھا اس لیے پھر ۔سے فارغ ہو کر معقولات پڑھنے اجمیر چلے گئے تھے اور آخر میں مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے (۔حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ نے ان سے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس بات کی تصدیق فرمائی

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ -6 نے اپنی ایک مجلس میں نقل کیا ہے کہ ایک عیسائی فیلسوف نے لکھا ہے کہ " اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ غزالی رحمہ اللہ جب محقق اور مدقق اسلام کو حق سمجھتا ہے۔" یہ واقعہ بیان کرکے حکیم الامت نے فرمایا " میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے میں مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ایسا محقق اور مدقق عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے (حیات انور ص 119 (.بروایت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ مولانا انوری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بہاولپور کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے کفر پر بے نظیر تقریر فرمائی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ " جو چیز دین میں تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر کافر :ہے۔" تو قادیانیوں کے گواہ نے اس پر اعتراض کیا

آپ کو چاہیئے کہ امام رازی رحمہ اللہ پر کفر کا فتویٰ دیں کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ " "۔امام رازی رحمہ اللہ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے

اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا سب کو پریشانی ہوئی کہ فواتح الرحموت اس وقت پاس نہیں ہے۔اس اعتراض کا جواب کس طرح دیا جائے ؟

: مولانا انوری رحمہ اللہ جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے فرماتے ہیں

ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہیں تھی- مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا مرتضٰی حسن صاحب حیران تھے کہ "کیا جواب دیں گے ؟"

: لیکن اسی پریشانی کی حالت میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی آواز گونجی

" جج صاحب ! لکھئے میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے-امام رازی رحمہ اللہ اصل یہ فرماتے ہیں کہ حدیث **لا تجتمع امتی علی الضلالۃ** تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچی لہٰذا انہوں نے اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کا_ ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکہ سے کام لیا ہے- ان کو کہو عبارت پڑھیں ورنہ میں ان سے کتاب لیکر پڑھتا ہوں _"

چنانچہ قادیانی شاہد نے عبارت پڑھی- واقعی اس کا مفہوم وہی تھا جو حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا تھا- مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا

: اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا

" جج صاحب ! یہ صاحب ہمیں مفحم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں- میں چونکہ طالب علم ہوں میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں میں انشاء اللہ مفحم (لاجواب) نہیں ہوں گا (انوار انوری مؤلفہ مولانا محمد انوری رحمہ اللہ ص 32

ایک طرف علم و فضل اور قوت حافظہ کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھئے کہ بتیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا ایک جزوی حوالہ کتنی جزرسی کے ساتھ یاد رہا اور دوسری طرف ایسے موقع پر اگر کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنے بلند بانگ دعوے کرتا لیکن خط کشیدہ جملہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ تواضع کے کس مقام کی غمازی کر رہا ہے؟ اور یہ محض لفظ ہی نہیں ہیں وہ واقعتاً اپنے تمام کمالات کے باوصف اپنے آپ کو ایک معمولی طالب علم سمجھتے تھے اور اس دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر تھے " **اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا** "-

7 حضرت مولانا انوری رحمہ اللہ ہی راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کشمیر تشریف لے جا رہے تھے بس کے انتظار میں سیالکوٹ اڈے پر تشریف فرما تھے ایک پادری آیا اور کہنے لگا آپ کے چہرے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں- اس نے کہا "آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے؟" فرمایا "کچھ کچھ-" پھر ان کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ "-فرمایا" نہیں ! میں طالب علم ہوں "تم غلط سمجھے ہو-اس کی یہ شکل نہیں ہے-" پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چالیس دلائل دیے دس قرآن سے، دس تورات سے، دس انجیل سے، اور دس عقلی- وہ پادری آپ کی تقریر سن کر کہنے لگا کہ اگر مجھے اپنے مفادات کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا- نیز یہ کہ مجھے خود اپنے مزہب کی بہت سی باتیں آپ سے معلوم ہوئی ہیں (انور انوری مؤلفہ مولانا محمد انوری رحمہ اللہ ص 36)

8 مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ سے سنا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے 1321ھ میں علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ کی مشہور شرح ہدایہ " فتح القدیر " اور اس کے تکملہ کا مطالعہ بیس سے کچھ زائد ایام میں کیا تھا اور کتاب الحج تک اس کی تخلیص لکھی تھی اور انہوں نے صاحب ہدایہ پر جو

اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب بھی لکھا تھا-اس کے بعد مدت العمر "فتح القدیر" کی مراجعات کی ضرورت نہیں پڑی اور کسی تازہ مطالعہ کے بغیر اس کی نہ صرف باتوں بلکہ طویل عبارتوں تک کا حوالہ سبق میں دیا کرتے تھے- حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے 1347ھ میں ہم سے یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا:

چھبیس سال ہوگئے پھر مراجعت کی ضرورت نہیں پڑی اور جو مضمون اس کا بیان کروں گا اگر مراجعت کروگے تو تفاوت کم پاؤگے (نفحتہ العنبر" ص 27 طبع مجلس علمی کراچی)

9 حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں میں درس فراغت کے بعد جب بھی حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے سے لکھے ہوئے متعدد سوالات کے جواب معلوم کرتا تھا-ایک دفعہ حاضری میں ترمزی شریف کی ایک عبارت کا میں نے حوالہ دیا اور عرض کیا اس عبارت میں یہ اشکال ہے، بھت غور کیا لیکن حل نہ ہو سکا-
فرمایا" مولوی صاحب! آپ کو یاد نہیں رہا، مجھے خوب یاد ہے جس سال آپ دورہ میں تھے، اس موقع پر میں نے بتایا تھا کہ یہاں ترمزی کے اکثر نسخوں میں ایک غلطی واقع ہوئی ہے لیکن لوگ سری سری طور پر گزر جاتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا، ورنہ یہ اشکال سب کو پیش آنا چاہئے-" پھر فرمایا کہ " صحیح عبارت اس طرح ہے-" مولانا نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
اللہ اکبر! یہ بات بھی یاد رہتی تھی کہ فلاں سال اس موقع پر سبق میں یہ بات فرمائی تھی-" (حیات انوار ص 139

چپلی کباب (بنت حوا)

گائے کا قیمہ ایک کلو
ثابت دھنیا ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ ایک کھانے کا چمچ
انار دانہ دو کھانے کا چمچ
پانی حسبِ ضرورت
انڈے چار عدد
پسی لال مرچ آدھا کھانے کا چمچ
مکئی کا آٹا دو کھانے کے چمچ
ہری مرچ چار عدد (باریک کٹی ہوئی
کالی مرچ ایک چائے کا چمچ (کٹی ہوئی
((پودینہ آدھا گٹھی (باریک کٹا ہوا
کُٹی لال مرچ آدھا کھانے کا چمچ
نمک حسبِ ذائقہ
تیل حسبِ ضرورت
ٹماٹر حسبِ ضرورت
ترکیب

ایک بڑے برتن میں گائے کا قیمہ ڈالیں۔
اب ثابت دھنیا اور سفید زیرے کو بھون کر موٹا پیس لیں۔
اب ایک انڈہ، پسی لال مرچ، مکئی کا آٹا، باریک کٹی ہری مرچ، انار دانہ، کُٹی کالی مرچ، باریک کٹا ہوا پودینہ، کُٹی لال مرچ، نمک اور پسے ہوئے مصالحے قیمے میں ملا کر گوندھیں اور آدھے گھنٹے کے لیے ڈھک کر فریج میں رکھ دیں تاکہ انار دانے کی کھٹاس آجائے۔
باقی انڈوں کو فرائی کرکے بیٹر میں شامل کرلیں۔
اس کے بعد ایک بڑے فرائنگ پین میں تھوڑا سا تیل گرم کرلیں۔
چپلی کباب کبھی بھی زیادہ تیل میں نہ تلیں۔
جب تیل گرم ہو جائے تو آنچ ہلکی کر دیں۔
پھر ذرا زیادہ قیمہ ہاتھ میں لے کر پھیلائیں اور درمیان میں ٹماٹر کا ایک ٹکڑا رکھ کر چاروں طرف سے اُٹھا کر ذرا بڑے سائز کا کباب بنائیں اور پھر تل لیں۔
جب کباب سک جائے تو اسے نکال کر کاغذ پر رکھ دیں، تاکہ چکنائی جذب ہو جائے۔
آخر میں دہی کے رائتے، چٹنی اور گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

تیل

بالوں کے لیئے تیل لازمی چیز ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ فیشن کے خیال سے بالوں میں تیل نہ لگائیں اگر آپکو تیل اچھا نہیں لگتا تو رات کو لگا کر سو جائیں اور صبح سر دھولیں

تیل کی اقسام

آپ اپنے بالوں کے لیئے زیتون۔ ناریل میں سے کوئی ایک تیل منتخب کرلیں عام طور پر زیتون کا تیل خشک بالوں اور ناریل اور سرسوں کا تیل چکنے بالوں کے لئے مفید ہوتا ھے

تیل لگانے کا دورانیہ

تیل لگانے کا دورانیہ زیادہ سے زیادی دو گھنٹے سے لے کر رات بھر تک لگائیں اس سے زیادہ دیر تک کبھی تیل نہ لگائیں کیوں کہ اتنی دیر تک تیل لگانے سے بالوں کی جلد تک آکسیجن پہنچ جاتی ہے جس سے بال ٹوٹنے اور گرنے لگتے ہیں بے شک روزانہ تیل لگائیں مگر دو گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ رات کو لگائیں اور صبح سر دھولیں

سر کی خشکی دور کرنے کے لیئے

دہی میں تھوڑا سا سرسوں کا تیل ملا کر سر دھونے سے آدھا گھنٹہ پہلے سر میں لگائیں۔ آدھے گھنٹہ بعد سر دھولیں۔ اور یہ عمل ہفتے میں ایک بار ضرور کریں

بال لمبے اور نرم کرنے کے لیئے

ایک انڈے کی زردی میں دو چمچے سرسوں کا تیل ملالیں اور خوب پھینٹ لیں اسکے بعد بالوں میں اچھی طرح انگلیوں کی پوروں سے لگایئں یہ عمل سر دھونے سے 3 گھنٹے پہلے کریں

بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لیئے

دن تک تیل کو روزانہ دھوپ لگائیں اور جڑیں تیل 15 ناریل کے تیل میں. برگد کے درخت کی جڑیں تھوڑی سی مقدار میں باریک کاٹ لیں میں رھنے دیں بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں

چٹکلے

مولانا نبیل خان صاحب قاسمی

بھولے بادشاہ دوستوں کے ساتھ بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے کہ اچانک سامنے ٹیبل پر رکھا موبائل بجنے لگا، بھولے بھالے بھائی نے جھٹ سے موبائل اُٹھالیااور بٹن دبا کر بولے۔

ہیلو۔

سُنئے ! میں بول رہی ہوں۔ دوسری طرف سے کوئی خاتون بولی۔

ہاں بولو ! بھولے بھائی نے کہا۔

سُنئیے میں مارکیٹ میں ہوں۔ خاتون بولی، اور شاپنگ کر رہی ہوں، اگر اپ کہیں تو میں سونے کا وہ ہار خرید لوں جو کل ہم لوگوں نے دیکھا تھا اور آپ مہنگا ہونے کی وجہ سے نہیں خریدا تھا۔

خرید لو۔ نعیم بھائی نے جواب دیا۔

اور روزی کے بوتیک میں نئے ڈیزائن کے سوٹ آیئے ہیں، دو سوٹ چالیس ہزار کے ہیں، مجھے وہ بھی پسند آ گئے ہیں۔

دونوں سوٹ لے لوں، بھولے بھائی نے کہا۔ لے لو

اور آئی فون کا نیا موبائل بھی آ گیا ہے۔

وہ بھی لے لو۔ بھولے بھائی نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے، آپ کا کریڈٹ کارڈ میرے پاس ہے، میں وہی استعمال کرنے لگی ہوں۔

ٹھیک ہے،۔ بھولے بھائی نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئے، سب دوست حیرت سے بولے، یا پھر ہمیں جتانا چاہتے ہوں کہ تم اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتے ہو۔

یہ سب چھوڑو۔ بھولے بھائی نے لاپروائی سے کہا۔ پہلے یہ بتاؤ یہ موبائل کس کا ہے۔

ایک بڑی بی کو گرنے کی وجہ سے سخت چوٹ آ گئ ڈاکٹر نے مرہم پٹی کر دی اور سیڑیاں سے اترنے چڑھنے کو منع کر دیا دو مہینے بعد پٹی کھل گئ تو ڈاکٹر نے انہیں سیٹرھیاں چڑھنے کی اجازت دیدی تو انہوں نے کہاکے خدا کا شکر ھے کہ اب میں سیٹرھیاں اتر چڑہ سکوں گی ورنہ میں پائپ کے راستے اترتی چڑھتی تنگ آ گئ تھی

اس زمانے میں---------------------------------------

فوج کی ایک بٹالیئن کو کھانے کے لئے باسی کھانا دیا گیا۔ سپاہیوں نے احتجاج کے طور پر وہ کھانا کھانے سے انکار دیا گیا۔

بٹالئین کے صوبیداروں نے سپاہیوں سے کہا۔" اگر نپولیئن کی فوج یہ کھانا کھالیتی تو پوری دینا فتح کر لیتی"۔

سپاہیوں نے کہا: " سر بے شک وہ فتح کر لیتے کیونکہ یہ کھانا اس زمانے میں تازہ ہو گا۔۔۔

پاس سے ایک آدمی گزرااور بولا

کہ بھائی بھینس کو اوپر کیوں چڑھا رہے ھو

ایک پٹھان بولا کی اسکی قربانی کرنی ہے

توآدمی بولا کہ ادھر نیچے ہی کر لو کیوں اتنی تکلیف اٹھا رہے ھو

تو دوسرا پٹھان بولا کہ وہ جی چھری اوپر پڑی ھوئی ہے

لڑکی نے نماز ادا کی اور شادی کیلیئے دعا مانگنے لگی مگر شرما گئی اور بات بدل کر بولی یااللہ میں اپنے لئے کچھ نہیں مانگتی بس میری ماں کو اچھا سا داماد دے دے۔

کچھ دنوں بعد اس کی چھوٹی بہن کی شادی ہو گئی

مورال: دعاؤں میں چالاکی نہیں دکھانی چاہیئے